صلی اللہ علیہ وسلم

آمد مصطفی



غلام مصطفی ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

مکتبہ بیت السلام

آمدِ مصطفیٰ ﷺ

تصنیف

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

دار التخصص والتحقیق، جہلم، پاکستان

فہرس

حرف آغاز

ایمان کی سلامتی نبی کریم ﷺ کے اتباع سے ممکن ہے، وگرنہ آپ گمراہ ہوجاتے ہیں اور راہ راست سے بھٹک جاتے ہیں، راہ راست کو سبیل مومنین بھی کہا جاتا ہے، یعنی صحابہ، تابعین اور ائمہ ہدی کا راستہ ،جس طرح اور جس طریقے سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی ہے،تم پر بھی لازم ہے کہ اسی طور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو، یہی نجات والا رستہ ہے اور اسی میں عافیت و راحت ہے،فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيرًا﴾

(النساء : ١١٤)

''جس کے لئے ہدایت واضح ہوجائے اور وہ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرے اور سبیل مومنین سے ہٹ جائے تو ہم اسے اسکے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم رسید کر دیں گے، وہ برا ٹھکانہ ہے۔''

❀ علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ (م:١٣٧٦ھ) لکھتے ہیں:

وَيَدُلُّ مَفْهُومُهَا عَلٰى أَنَّ مَنْ لَّمْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ، وَيَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُؤْمِنِينَ، بِأَنْ كَانَ قَصْدُهٗ وَجْهَ اللّٰهِ وَاتِّبَاعَ رَسُولِهٖ وَلُزُومَ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ صَدَرَ مِنْهُ مِنَ الذُّنُوبِ أَوِ الْهَمِّ بِهَا مَا هُوَ مِنْ

مُقْتَضِيَاتِ النُّفُوسِ، وَغَلَبَاتِ الطِّبَاعِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُوَلِّيهِ نَفْسَهُ وَشَيْطَانَهُ بَلْ يَتَدَارَكُهُ بِلُطْفِهِ، وَيَمُنُّ عَلَيْهِ بِحِفْظِهِ وَيَعْصِمُهُ مِنَ السُّوءِ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى عَنْ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾ أَيْ بِسَبَبِ إِخْلَاصِهِ صَرَفْنَا عَنْهُ السُّوءَ، وَكَذٰلِكَ كُلُّ مُخْلِصٍ، كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ عُمُومُ التَّعْلِيلِ.

''اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی مخالفت نہیں کرتا اور طریق سلف کی پیروی کرتا ہے، رضائے الٰہی کا طالب ہے، رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں کوشاں ہے اور جماعت المسلمین کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔ پھر اس سے بتقاضائے بشریت گناہ صادر ہو جاتا ہے، یا گناہ کا ارادہ کر بیٹھتا ہے، تو مالک کریم اسے شیطان کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑیں گے، بلکہ اپنے لطف و کرم سے اس کا بچاؤ کریں گے اور برائی سے اس کی حفاظت کریں گے، جیسا کہ اللہ نے یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾ ''ہم نے ان سے برائی اور فحاشی کو دور کیا، کہ وہ ہمارے مخلص بندے جو تھے۔'' مطلب ان کے اخلاص کے سبب ہم نے ان سے برائی دور کر دی، آیت کا عموم بتاتا ہے کہ اس میں تمام مخلص لوگ شامل ہیں۔''

(تفسير السّعدي، ص ٢٠٢)

سلف صالحین سے جڑا رہ کر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والا ہی کامیاب رہے، قرآن و سنت کا قرآن و سنت کا وہی فہم معتبر ہے، جس پر محدثین نے اتفاق کیا ہو۔

۞ امام اوزاعی رحمہ اللہ (م: ۱۵۷ھ) فرماتے ہیں:

عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَفَ، وَإِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ، وَإِيَّاكَ وَرَأْيَ الرِّجَالِ، وَإِنْ زَخْرَفُوهُ بِالْقَوْلِ، فَإِنَّ الْأَمْرَ يَنْجَلِي، وَأَنْتَ عَلٰى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ.

''سلف کے عقائد سے جڑے رہیں، پھر بھلے لوگ آپ کا بائیکاٹ کردیں اور اہل بدعت کی آراء نظر بھاتی ہوں، تب بھی ان سے کنارہ کشی اختیار کریں، کیوں کہ حق واضح ہو چکا ہے اور آپ صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔''

(شَرَف أصحاب الحديث للخطيب: ٦، الشّريعة للآجرّي: ١٢٧، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ علامہ ابوالمظفر سمعانی رحمہ اللہ (م: ۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

شِعَارُ أَهْلِ السُّنَّةِ اتِّبَاعُهُمُ السَّلَفَ الصَّالِحَ، وَتَرْكُهُمْ كُلَّ مَا هُوَ مُبْتَدَعٌ مُحْدَثٌ.

''اہل سنت کا شعار سلف صالحین کی پیروی اور ہر نئی بدعت سے اجتناب ہے۔''

(الحُجّة في بَيان المَحَجّة: ١/٣٩٥)

۞ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَكُونُ بَعْدِي أَئِمَّةٌ لَّا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ، وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي، وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ.

''میرے بعد بدعات کے سرغنے جنم لیں گے، یہ وحی الٰہی کے باغی اور میری سنت سے منحرف ہوں گے، یہ لوگ بہ ظاہر انسان مگر اندر سے شیطان ہوں گے۔'' (صحيح مسلم: ١٨٤٧)

ان لوگوں اور ان کی ایجاد کردہ بدعات سے بچنے کے لئے فہم سلف کا تتبع ضروری

ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کو اللہ کریم نے بعد والوں کے ایمان کا معیار بنایا ہے، یہی وہ چشمہ صافی ہے، جس سے پینے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا۔

وگرنہ لاکھ دعوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے کرے، وہ اپنی محبت میں سچا نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا مطلب یہ نہیں کہ آئے دن ہم آپ کے دین میں بدعات داخل کرتے رہیں، بلکہ محبت کا معیار صحابہ، تابعین اور ائمہ اسلام کا طرز عمل ہے۔

اسلاف امت ہی کے طرز عمل کو مد نظر رکھتے ہوئے، ہم نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کسی کا یوم ولادت بہ طور عید منایا جا سکتا کہ نہیں؟

پھر اس کا جواب ڈھونڈ کر نوک قلم سے گزار دیا ہے اور رحمت الٰہی کے زیر سایہ منہج سلف کی نشاندہی کر دی ہے، اللہ کریم کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایک اہم کام مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، دعا ہے مالک ہماری اس کاوش کو مبارک بنائے اور امت محمدیہ کو بدعت کی بھول بھلیوں سے نکال کر راہ سلف کا پیرو بنائے۔ آمین!

حررہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری عفا اللہ عنہ

03005482125

اتباعِ رسول ﷺ

اتباع رسول ﷺ ہی کامیابی کا معیار اور محبت رسول ﷺ کی دلیل ہے، اس سے انسان کے اندرونی رجحانات واحساسات کا تعین ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والا اور صدق دل سے آپ کی عظمت وجلالت کو تسلیم کرنے والا آپ کے حکم سے سرمو انحراف نہیں کرسکتا، اعمال کی قبولیت کا مدار بھی اسی پر ہے۔

اتباعِ رسول قرآنِ کریم کی روشنی میں:

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ، قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ (آل عمران: ٣١)

”نبی! کہہ دیجئے، اگر آپ اللہ سے محبت کرتے ہیں، تو میرا اتباع کیجئے، اللہ آپ سے محبت کرے گا اور آپ کے گناہ معاف کر دے گا، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور مہربان ہے، کہہ دیجئے! اللہ اور رسول کی اطاعت وفرماں برداری کریں، اگر انہوں نے آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ہے تو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔“

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م: ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ حَاكِمَةٌ عَلٰى كُلِّ مَنِ ادَّعٰى مَحَبَّةَ اللّٰهِ، وَلَيْسَ هُوَ عَلَى الطَّرِيقَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ فَإِنَّهُ كَاذِبٌ فِي دَعْوَاهُ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ، حَتّٰى يَتَّبِعَ الشَّرْعَ الْمُحَمَّدِيَّ وَالدِّينَ النَّبَوِيَّ فِي جَمِيعِ أَقْوَالِهٖ وَأَحْوَالِهٖ.

''ہر شخص، جو اللہ سے محبت کا دعوی کرتا ہے اور نبی ﷺ کے طریقے کی پیروی نہیں کرتا، اس آیت کا فیصلہ ہے کہ وہ درحقیقت اپنے دعوی میں جھوٹا ہے، جب تک نبی ﷺ کے تمام اقوال وافعال کی پیروی نہیں کرتا۔'' (تفسیر ابن کثیر : ۳۲/۲)

❀ **مزید فرماتے ہیں:**

ثُمَّ قَالَ آمِرًا لِكُلِّ أَحَدٍ مِنْ خَاصٍّ وَعَامٍّ: ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا﴾ أَيْ: خَالَفُوا عَنْ أَمْرِهٖ: ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ مُخَالَفَتَهُ فِي الطَّرِيقَةِ كُفْرٌ، وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ مَنِ اتَّصَفَ بِذٰلِكَ، وَإِنِ ادَّعٰى وَزَعَمَ فِي نَفْسِهٖ أَنَّهُ يُحِبُّ لِلّٰهِ وَيَتَقَرَّبُ إِلَيْهِ، حَتّٰى يُتَابِعَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ خَاتَمَ الرُّسُلِ، وَرَسُولَ اللّٰهِ إِلٰى جَمِيعِ الثَّقَلَيْنِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ الَّذِي لَوْ كَانَ الْأَنْبِيَاءُ بَلِ الْمُرْسَلُونَ، بَلْ أُولُو الْعَزْمِ مِنْهُمْ فِي زَمَانِهٖ لَمَا وَسِعَهُمْ إِلَّا اتِّبَاعُهُ، وَالدُّخُولُ فِي طَاعَتِهٖ، وَاتِّبَاعُ شَرِيعَتِهٖ.

''پھر اللہ نے ہر عام وخاص کو حکم دیا کہ ''اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر وہ پھر گئے۔'' مطلب اطاعت سے منہ موڑ لیا، تو ''اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔'' یہ آیت سمجھا رہی ہے کہ طریق رسول ﷺ کی مخالفت کفر ہے، اللہ

تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا، اگر کسی کو اللہ سے محبت کا دعوی ہے اور دل سے اللہ کی محبت اور قرب حاصل کرنا چاہتا ہے، تو نبی امی، خاتم الرسل، تمام جن وانس کی طرف مبعوث رسول کی پیروی کرنا ہوگی۔ وہ رسول کہ اگر انبیا، بلکہ رسل اور اس سے بھی بڑھ کر اولوالعزم رسل بھی آپ ﷺ کے زمانہ میں زندہ ہوتے، تو ان کے لیے بھی آپ ﷺ کا اتباع اور آپ کی شریعت کی پیروی ضروری ہوتی۔''(تفسیر ابن کثیر : ۳۲/۲)

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾(النّساء : ۸۰)

''جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی، یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

(النّور : ۵۱)

''مؤمنوں کو فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے، تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور پیروی کریں گے۔ یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

❁ نیز ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾(النّور : ۶۳)

''حکم رسول کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈر جانا چاہیے کہ ان پر کوئی بڑا فتنہ

یا دردناک عذاب آ جائے۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ : ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ﴾ أَيْ عَنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ سَبِيْلُهٗ وَمِنْهَاجُهٗ وَطَرِيقَتُهٗ وَسُنَّتُهٗ وَشَرِيعَتُهٗ، فَتُوزَنُ الْأَقْوَالُ وَالْأَعْمَالُ بِأَقْوَالِهٖ وَأَعْمَالِهٖ، فَمَا وَافَقَ ذٰلِكَ قُبِلَ، وَمَا خَالَفَهٗ فَهُوَ مَرْدُودٌ عَلٰى قَائِلِهٖ وَفَاعِلِهٖ، كَائِنًا مَّا كَانَ .

''فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ﴾(النّور : ٦٣) ''حکم رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے۔'' یہاں مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے امر سے مراد آپ کا راستہ، منہج، طریقہ اور شریعت ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال ہی میزان ہیں، جو قول وفعل آپ کے موافق ہو، قبول کیا جائے گا اور جو خلاف ہو، وہ اس کے قائل وفاعل پر لوٹا دیا جائے گا، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔''(تفسیر ابن کثیر : ٦/٩٠)

❁ اللہ رب العزت نے فرمایا :

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

(النّساء : ٤/٦٥)

''(نبی!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، آپ کے فیصلے پر دلوں میں گھٹن محسوس نہ کریں، بلکہ سر تسلیم خم کر دیں۔''

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾(النّساء : ۵۹)

”اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تو اپنے اختلافات کا حاکم اللہ اور رسول کو بناؤ، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام کار خوب تر ہے۔“

❁ **علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (م:۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:**

مِنَ الْمُحَالِ أَنْ لَّا یَحْصُلَ الشِّفَاءُ وَالْهُدٰی وَالْعِلْمُ وَالْیَقِینُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَكَلَامِ رَسُولِهٖ، وَیَحْصُلَ مِنْ كَلَامِ هٰؤُلَاءِ الْمُتَحَیِّرِینَ، بَلِ الْوَاجِبُ أَنْ یَّجْعَلَ مَا قَالَهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ هُوَ الْأَصْلَ، وَیَتَدَبَّرَ مَعْنَاهُ وَیَعْقِلَهٗ، وَیَعْرِفَ بُرْهَانَهٗ وَدَلِیلَهٗ؛ إِمَّا الْعَقْلِيُّ وَإِمَّا الْخَبَرِيُّ السَّمْعِيُّ، وَیَعْرِفَ دَلَالَتَهٗ عَلٰی هٰذَا وَهٰذَا، وَیَجْعَلَ أَقْوَالَ النَّاسِ الَّتِي تُوَافِقُهٗ وَتُخَالِفُهٗ مُتَشَابِهَةً مُّجْمَلَةً، فَیُقَالُ لِأَصْحَابِهَا : هٰذِهِ الْأَلْفَاظُ تَحْتَمِلُ كَذَا وَكَذَا، فَإِنْ أَرَادُوا بِهَا مَا یُوَافِقُ خَبَرَ الرَّسُولِ قُبِلَ، وَإِنْ أَرَادُوا بِهَا مَا یُخَالِفُهٗ رُدَّ.

”ایسا ممکن نہیں کہ کتاب اللہ اور کلامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شفا، ہدایت اور علم ویقین حاصل نہ ہو اور حیران وسرگرداں لوگوں کی کلام سے ہو جائے، مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ ورسول کے فرمان کو اصل بنائے، اس کے معنی میں غور وفکر کرے، اسے سمجھے، اس کی عقلی، خبری یا سمعی برہان پہچانے، اِس کی دلالت ہر

زاویے سے سمجھے اور انسانوں کی بعض آراء وحی کے موافق ہوتی ہیں، بعض مخالف ہوتی ہیں، بعض متشابہہ اور مجمل۔ ان کی آراء میں ان احتمالات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرے، ان کے قائلین کو بتائے کہ آپ کی فلاں بات میں فلاں فلاں احتمال ہیں، اگر ان کی مراد رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے موافق ہے تو قبول وگرنہ رد کردے۔(شرح العقيدة الطّحاوية، ص ١٦٧)

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَأْذِنُوْهُ﴾ (النّور : ٦٢)

''مومن وہی ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب کسی اجتماعی معاملہ (جہاد وغیرہ) میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوں، تو آپ کی اجازت کے بغیر قدم نہیں اٹھاتے۔''

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۞﴾ (الجاثية : ١٨)

''ہم نے آپ کو ایک مخصوص شریعت عطا کی، اس کی پیروی کیجئے، لاعلم انسانوں کی خواہشات کے تابع نہ ہو جائیے۔''

اتباعِ رسول احادیث کی روشنی میں :

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهُ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ .

''جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

(صحيح البخاري : ٧١٣٧، صحيح مسلم : ١٨٣٥)

② سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے آئے اور کہنے لگے......

مَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهُ، وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ .

''جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لیے حق کا معیار ہیں۔''(صحيح البخاري : ٧٢٨١)

③ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا:

أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ؟ قَالُوا : بَلٰى نَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ : أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ فِي كِتَابِهٖ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ؟ قَالُوا : بَلٰى نَشْهَدُ أَنَّهٗ مَنْ أَطَاعَكَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَأَنَّ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ طَاعَتَكَ .

''کیا آپ نہیں جانتے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ عرض کیا: کیوں نہیں آقا! ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر فرمایا: کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں ہے کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے واقعی اللہ کی اطاعت کی، آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔'' (مسند الإمام أحمد: ۹۳/۲، وسندهٗ صحیحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (م: ۳۵۴) نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

④ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جُعِلَ الذِّلَّةُ، وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي.

''ذلت و رسوائی میرے حکم کی مخالفت کرنے والے کا مقدر ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: ۵۰/۲، وسندهٗ حسنٌ)

اس کی سند کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (اقتضاء الصراط المستقیم: ۲۵۰/۱) نے ''جید'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (سیر أعلام النّبلاء: ۵۰۹/۱۵) نے ''صالح'' حافظ عراقی رحمہ اللہ (تخریج أحادیث الإحیاء: ۳۱۸) نے ''صحیح'' اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباري: ۲۷۱/۱۰) نے ''حسن'' کہا ہے۔

اتباعِ رسول ﷺ اور اسلافِ امت

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مکالمہ ہوا:

أَضْلَلْتَ النَّاسَ، قَالَ : وَمَا ذَاكَ يَا عُرَيَّةُ؟ قَالَ : تَأْمُرُ بِالْعُمْرَةِ فِي هٰؤُلَاءِ الْعَشْرِ، وَلَيْسَتْ فِيهِنَّ عُمْرَةٌ، فَقَالَ : أَوَلَا تَسْأَلُ أُمَّكَ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ عُرْوَةُ : فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ لَمْ يَفْعَلَا ذٰلِكَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : هٰذَا الَّذِي أَهْلَكَكُمْ، وَاللّٰهِ مَا أَرٰى إِلَّا سَيُعَذِّبُكُمْ، إِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،وَتَجِيئُونِي بِأَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ، فَقَالَ عُرْوَةُ : هُمَا وَاللّٰهِ كَانَا أَعْلَمَ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَتْبَعَ لَهَا مِنْكَ .

”(عروہ نے کہا:) آپ نے لوگوں کو غلط راستے پر لگا دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عروہ! بات کیا ہے؟ کہا: آپ ذی الحجہ کے دس دنوں میں عمرہ کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ ان میں عمرہ نہیں ہوتا؟ فرمایا: آپ اس بارے میں اپنی والدہ (اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما) سے کیوں نہیں پوچھ لیتے؟ عرض کیا: سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کام نہیں کیا۔ فرمایا: اللہ کی قسم! اسی چیز نے آپ لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اللہ کا عذاب نہ آ جائے، میں نبی ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں، آپ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما (کی بات) پیش کرتے ہیں؟ عروہ

نے کہا: اللہ کی قسم! وہ دونوں سنت نبوی کو آپ سے زیادہ جاننے والے تھے اور آپ سے زیادہ اس کی پیروی کرتے تھے۔''

(الفقیہ والمتفقّہ للخطیب: ۱۴۵/۱، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ اس اثر کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قَدْ كَانَ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ عَلٰى مَا وَصَفَهُمَا بِهٖ عُرْوَةُ؛ إِلَّا أَنَّهٗ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُّقَلَّدَ أَحَدٌ فِي تَرْكِ مَا ثَبَتَتْ بِهٖ سُنَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ایسے ہی تھے، جیسا عروہ رحمہ اللہ نے بیان کیا، مگر کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت امر بھی ان کی پیروی میں چھوڑ دے۔''

شیخین رضی اللہ عنہما اور عشرہ ذوالحجہ میں عمرہ:

یہاں ایک وضاحت کرنا چاہوں گا کہ شیخین سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے عشرہ ذوالحجہ میں عمرہ سے روکنا ثابت نہیں۔ واجب کام پر کسی کا عمل نہ کرنا، اس بات پر دلیل نہیں کہ وہ اس کام کو ناجائز سمجھتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر شیخین ان دنوں میں عمرہ کو جائز نہ سمجھتے ہوں، تب بھی اسے مخالفت نہیں کہا جاسکتا، اسے عدم علم پر محمول کیا جائے گا، کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مجموعی طرز عمل یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر سر تسلیم خم کرتے تھے۔

❁ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (م: ۲۳۸ھ) نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے:

أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، نَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَّقُولُ: عَجَبًا لِّتَرْكِ النَّاسِ هٰذَا الْإِهْلَالَ، وَلِتَكْبِيرِهِمْ مَّا بِي،

إِلَّا أَنْ يَّكُونَ التَّكْبِيرَةُ حَسَنًا، وَلٰكِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْتِي الْإِنْسَانَ مِنْ قِبَلِ الْإِثْمِ، فَإِذَا عُصِمَ مِنْهُ جَاءَهٗ مِنْ نَّحْوِ الْبِرِّ، لِيَدَعَ سُنَّةً وَّلِيَبْتَدِعَ بِدْعَةً .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تعجب ہے! لوگ تلبیہ چھوڑ کر تکبیر کہنے لگے ہیں، مانا کہ تکبیر اچھی چیز ہے، مگر شیطان انسان کے پاس گناہ کے دروازے سے آتا ہے، جب انسان اس داؤ سے بچ جائے، تو نیکی کے دروازے سے آتا ہے تاکہ وہ سنت چھوڑ کر بدعت اپنا لے۔''

(مسند إسحاق بن راهويه : ٤٨٢، وسندهٗ صحيحٌ)

ابن جریج رحمہ اللہ کی عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

ابن جریج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَطَاءٌ، فَأَنَا سَمِعْتُهٗ مِنْهُ، وَإِنْ لَّمْ أَقُلْ : سَمِعْتُ .

''میں نے عطاء رحمہ اللہ سے سنا ہوتا ہے، اگرچہ سماع کی صراحت نہ کروں۔''

(التّاريخ الكبير لابن أبي خيثمة : ٢٤١/٢، ٢٤٧، وسندهٗ صحيحٌ)

لہٰذا اس کی سند ''صحیح'' ہے۔ والحمدللہ!

❁ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (م : ۱۹۸ھ) فرمایا کرتے تھے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمِيزَانُ الْأَكْبَرُ، فَعَلَيْهِ تُعْرَضُ الْأَشْيَاءُ، عَلٰى خُلُقِهٖ وَسِيرَتِهٖ وَهَدْيِهٖ، فَمَا وَافَقَهَا فَهُوَ الْحَقُّ، وَمَا خَالَفَهَا فَهُوَ الْبَاطِلُ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑی کسوٹی ہیں، لہٰذا آپ ہی کے اخلاق، سیرت اور منہج پر تمام اشیا پیش کی جائیں گی۔ جو ان کے موافق ہوں، وہ حق اور جو

مخالف ہوں، وہ باطل قرار پائیں گی۔"

(الجامع لأخلاق الراوي للخطيب : ٨، وسندهٌ صحيحٌ)

❁ **امام اوزاعی رحمہ اللہ (م: ۱۵۷ھ) نے مخلد بن حسین سے کہا:**

يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، إِذَا بَلَغَكَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ، فَلَا تَظُنَّنَّ غَيْرَهٗ، وَلَا تَقُولَنَّ غَيْرَهٗ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا إِنَّمَا كَانَ مُبَلِّغًا عَنْ رَّبِّهٖ.

"ابو محمد! جب آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچے، تو اس کے بعد کوئی دوسری بات مت سوچیے، نہ اس کے علاوہ کچھ کہیے، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ کی طرف سے (وحی) پہنچانے والے تھے۔"

(الفقيه والمتفقّه للخطيب : ١٤٩/١، وسندهٌ حسنٌ)

❁ **نیز ناصحانہ انداز میں فرماتے ہیں:**

اِصْبِرْ نَفْسَكَ عَلَى السُّنَّةِ، وَقِفْ حَيْثُ وَقَفَ الْقَوْمُ، وَقُلْ بِمَا قَالُوا، وَكُفَّ عَمَّا كَفُّوا عَنْهُ، وَاسْلُكْ سَبِيلَ سَلَفِكَ الصَّالِحِ؛ فَإِنَّهٗ يَسَعُكَ مَا وَسِعَهُمْ.

"سلف صالحین کے عقیدے پر ڈٹ جائیے، جہاں سلف ٹھہرے، وہیں ٹھہر جائیے اور وہی کہیے، جو سلف نے کہا۔ جس سے سلف رُکے رہے، اُس سے آپ بھی رُک جائیے اور ان کے منہج پر گامزن رہیے، آپ کو وہی کافی ہے، جو سلف کو کافی ہو گیا تھا۔"

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لأبي نعيم الأصبهاني : ١٤٣/٦، وسندهٌ صحيحٌ)

❁ امام عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (م:۱۰۱ھ) نے لوگوں کی طرف یہ خط لکھا:

لَا رَأْيَ لِأَحَدٍ مَّعَ سُنَّةٍ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''طریق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی اور کی پیروی درست نہیں۔''

(التّاريخ الكبير لابن أبي خيثمة : ٩٣٣٥، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (م:۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

كُلَّمَا جَاءَ نَا رَجُلٌ أَجْدَلُ مِنْ رَجُلٍ، أَرَادَنَا أَنْ نَرُدَّ مَا جَاءَ بِهٖ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''ہمارے پاس چرب زبان لوگ آتے رہتے ہیں، انہوں نے ہم سے یہ امید وابستہ کر رکھی ہوتی ہے کہ ان کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر، وحی الٰہی کو رد کر دیں گے۔''

ؤ(شَرَف أصحاب الحديث للخطيب : ١، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شافعی رحمہ اللہ (م:۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

يَسْقُطُ كُلُّ شَيْءٍ خَالَفَ أَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يَقُومُ مَعَهٗ رَأْيٌ وَّلَا قِيَاسٌ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَطَعَ الْعُذْرَ بِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہر چیز باطل ہے، کوئی رائے یا قیاس اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا، کیوں کہ اللہ نے قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تمام عذر ختم کر دیئے ہیں۔'' (كتاب الأمّ : ١٩٣/٢، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : ٢٤١/٩)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (م:۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

إِذَا ثَبَتَتِ السُّنَّةُ؛ لَا تُتْرَكُ لِتَرْكِ بَعْضِ النَّاسِ أَوْ أَكْثَرِهِمْ أَوْ كُلِّهِمْ لَهَا .

''نبی کریم ﷺ کی حدیث ثابت ہو جائے، تو اسے بعض، اکثر یا تمام لوگوں کے عدم عمل سے ترک نہیں کیا جائے گا۔'' (شرح صحيح مسلم : ١٨٦/٤)

❁ **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م : ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:**

مِنَ الْمَعْلُوْمِ أَنَّكَ لَا تَجِدُ أَحَدًا مِّمَّنْ يَّرُدُّ نُصُوْصَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ بِقَوْلِهٖ؛ إِلَّا وَهُوْ يُبْغِضُ مَا خَالَفَ قَوْلَهٗ، وَيَوَدُّ أَنَّ تِلْكَ الْآيَةَ لَمْ تَكُنْ نَزَلَتْ، وَأَنَّ ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ لَمْ يَرِدْ، وَلَوْ أَمْكَنَهٗ كَشْطُ ذٰلِكَ مِنَ الْمُصْحَفِ لَفَعَلَهٗ .

''پکی بات ہے کہ جو اپنے قول کے ساتھ کتاب وسنت کی نصوص رد کرتا ہے، وہ اپنے قول کے خلاف آنے والی بات ناپسند بھی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی اور یہ حدیث وارد نہ ہوئی ہوتی۔ اس کے بس میں ہوتا، تو اسے قرآن سے نکال دیتا۔'' (درء تعارض العقل والنّقل : ٢١٧/٥)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

إِنَّ السَّعَادَةَ وَالْهُدٰى فِي مُتَابَعَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ الضَّلَالَ وَالشَّقَاءَ فِي مُخَالَفَتِهٖ، وَأَنَّ كُلَّ خَيْرٍ فِي الْوُجُودِ، إِمَّا عَامٌّ وَإِمَّا خَاصٌّ؛ فَمَنْشَؤُهٗ مِنْ جِهَةِ الرَّسُولِ، وَأَنَّ كُلَّ شَرٍّ فِي الْعَالَمِ مُخْتَصٌّ بِالْعَبْدِ؛ فَسَبَبُهٗ مُخَالَفَةُ الرَّسُولِ أَوِ الْجَهْلُ بِمَا جَاءَ بِهٖ، وَأَنَّ سَعَادَةَ الْعِبَادِ فِي مَعَاشِهِمْ وَمَعَادِهِمْ بِاتِّبَاعِ الرِّسَالَةِ .

''انسانیت کی سعادت وہدایت اتباعِ رسول میں ہے، جب کہ آپ ﷺ کی مخالفت گمراہی وبدبختی کا باعث ہے۔ ذات رسول تمام عام وخاص بھلائیوں کا سرچشمہ ہے اورآپ ﷺ کے احکام کی مخالفت تمام برائیوں کی بنیاد ہے، دنیا وآخرت میں کامیابی کا مدار اتباعِ رسول ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی : ۹۳/۱۹)

❁ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (م:۷۵۱ھ) لکھتے ہیں :

مَنْ عرضَ أَقْوَالَ الْعُلَمَاءِ عَلَى النُّصُوْصِ وَوَزَنَهَا بِهَا، وَخَالَفَ مِنْهَا مَا خَالَفَ النَّصَّ؛ لَمْ يَهْدِرْ أَقْوَالَهُمْ وَلَمْ يَهْضِمْ جَانِبَهُمْ، بَلِ اقْتَدٰى بِهِمْ، فَإِنَّهُمْ كُلُّهُمْ أُمِرُوْا بِذٰلِكَ، فَمُتَّبِعُهُمْ حَقًّا مَّنِ امْتَثَلَ مَا أَوْصُوْا بِهٖ، لَا مَنْ خَالَفَهُمْ، فَخِلَافُهُمْ فِي الْقَوْلِ الَّذِي جَاءَ النَّصُّ بِخِلَافِهٖ؛ أَسْهَلُ مِنْ مُّخَالَفَتِهِمْ فِي الْقَاعِدَةِ الْكُلِّيَّةِ الَّتِي أُمِرُوْا، وَدَعَوْا إِلَيْهَا مِنْ تَقْدِيم النَّصِّ عَلٰى أَقْوَالِهِمْ، وَمِنْ هُنَا يَتَبَيَّنُ الْفَرْقُ بَيْنَ تَقْلِيْدِ الْعَالِمِ فِي كُلِّ مَا قَالَ، وَبَيْنَ الِاسْتِعَانَةِ بِفَهْمِهٖ وَالِاسْتِضَاءَةِ بِنُوْرِ عِلْمِهٖ، فَالْأَوَّلُ يَأْخُذُ قَوْلَهٗ مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ فِيهِ وَلَا طَلَبٍ لِدَلِيْلِهٖ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَلْ يَجْعَلُ ذٰلِكَ كَالْحَبْلِ الَّذِي يُلْقِيْهِ فِي عُنُقِهٖ، يُقَلِّدُهٗ بِهٖ، وَلِذٰلِكَ سُمِّيَ تَقْلِيْدًا، بِخِلَافِ مَا اسْتَعَانَ بِفَهْمِهٖ وَاسْتَضَاءَ بِنُوْرِ عِلْمِهٖ فِي الْوُصُوْلِ إِلَى الرَّسُوْلِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ .

''جو شخص علما کے اقوال نصوص شریعت پر پیش کرتا ہے اور نصوص کے مخالف اقوال کو رد کر دیتا ہے، وہ نہ تو علما کی آرا کو رائیگاں جانتا ہے، نہ ان کی قصر شان کرتا ہے، بلکہ وہ تو علما کی پیروی کرتا ہے، کیوں کہ علماء بھی اتباع وحی پر مامور ہیں، انہوں نے وصیت کی ہے کہ ''نص کے خلاف ہر کسی کی بات کو رد کیا جا سکتا ہے۔لہٰذا علماء کا حقیقی پیرو وہی ہے، جو ان کی وصیت پر عمل کرتا ہے۔علما کے وہ اقوال، جو خلاف نصوص ہوں، انہیں نصوص کی بنا پر چھوڑ دینا اس سے بہتر ہے کہ ان اقوال کی بنا پر نصوص چھوڑ دی جائیں، یہیں سے تقلید اور فہم سلف میں فرق واضح ہو جاتا ہے، مقلدین ان کی بات کتاب وسنت میں بنا دیکھے اور بلا دلیل و برہان قبول کرتے ہیں، بلکہ شیطان اسے ان کے گلے کا پٹکا بنا دیتا ہے، جس کے بغیر کہیں جانے کے نہیں رہتے، اسی لئے اس کا نام تقلید ہے، جب کہ فہم سلف تو علم سلف کی روشنی میں سنت رسول تک پہنچنے کا نام ہے۔''(الرّوح : ٢٦٤)

ردِّ بدعات

تکمیل دین:

اللہ کریم نے قرآن مجید میں تکمیل دین کا مژدہ سنا دیا ہے، دین مکمل ہو چکا اور اسلام کو ایک کامل شریعت بنا کر بھیجا گیا، قرآن و حدیث میں شرع کے تمام احکام کی تنصیصا وتعلیلا رہنمائی کر دی گئی ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾(المائدة : ٣)

’’آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ہے۔‘‘

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

هٰذِهِ أَكْبَرُ نِعَمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى هٰذِهِ الْأُمَّةِ؛ حَيْثُ أَكْمَلَ تَعَالٰى لَهُمْ دِينَهُمْ، فَلَا يَحْتَاجُونَ إِلٰى دِينٍ غَيْرِهٖ، وَلَا إِلٰى نَبِيٍّ غَيْرِ نَبِيِّهِمْ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ، وَلِهٰذَا جَعَلَهُ اللّٰهُ خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ، وَبَعَثَهٗ إِلَى الْإِنْسِ وَالْجِنِّ، فَلَا حَلَالَ إِلَّا مَا أَحَلَّهٗ، وَلَا

حَرَامَ إِلَّا مَا حَرَّمَهُ، وَلَا دِينَ إِلَّا مَا شَرَعَهُ .

''یہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ اللہ نے ان کے لئے دین مکمل کر دیا ہے۔ انہیں کسی اور دین کی حاجت ہے، نہ اپنے نبی کے علاوہ کسی نبی کی ضرورت ہے۔ اللہ نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیا بنا کر جن وانس ہر دو کی طرف مبعوث کیا ہے۔ چنانچہ حلال وہی ہے، جسے آپ ﷺ نے حلال قرار دیا اور حرام وہی ہے، جسے آپ ﷺ نے حرام قرار دیا اور دین وہی ہے، جسے آپ ﷺ نے مشروع قرار دیا۔''(تفسير ابن كثير : ٢/٤٦٥)

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (م:۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَحْدَثَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْيَوْمَ شَيْئًا لَّمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا؛ فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَةَ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ : ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾(المائدة : ٤) فَمَا لَمْ يَكُنْ يَّوْمَئِذٍ دِيْنًا؛ لَا يَكُوْنُ الْيَوْمَ دِيْنًا .

''اگر آج کوئی شخص امت میں نیا کام جاری کرتا ہے، وہ کام جس پر اسلاف امت نہیں تھے، تو وہ باور کروا رہا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے تبلیغ رسالت میں خیانت کی ہے۔ (معاذ اللہ!) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة : ٣) ''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی

ہے اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ہے۔'' جو چیز دورِ سلف میں دین نہیں تھی، وہ آج بھی دین نہیں۔'' (الإحكام لابن حزم : ٨٥/٦، وسندهٗ حسنٌ)

امام مالک رحمہ اللہ کے اس فرمان کی روشنی میں یوں سمجھئے کہ میں اگر بدعت جاری کرتا ہوں، تو گویا میں یہ باور کروا رہا ہوں کہ دین ناقص تھا، جسے میں نے مکمل کر دیا، یہ کارِ ثواب تھا، جسے نبی کریم ﷺ نے بیان نہیں کیا اور میں بیان کر رہا ہوں، یوں میں نبی کریم ﷺ سے تجاوز کی کوشش کرتا ہوں، ہر بدعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پیش قدمی ہے، اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اہل ایمان بدعت کے تصور ہی سے کانپ کانپ جاتے ہیں۔

❀ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ؛ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ.

''یقیناً میں آپ کو جادۂ مستقیم پر چھوڑ کر جا رہا ہوں، جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، میرے بعد اس سے روگردانی صرف وہی کرے گا، جس کے مقدر میں ہلاکت لکھی ہوگی۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٢٦/٤، سنن ابن ماجه : ٤٣، السّنة لابن أبي عاصم : ٤٨، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : ٩٦/١، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(التّرغيب والتّرهيب : ٤٦/١)

یاد رکھیے! ہمارا دین مکمل ہے، اس میں کمی وبیشی کی کوئی گنجائش نہیں۔ بدعت دین

میں اضافہ ہے اور دین میں اضافہ یہود و نصاریٰ کی تقلید ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے دین میں اس قدر اضافے کیے کہ آج ان کا اصل دین ناپید ہو گیا ہے۔

بدعت کی مذمت:

ہر بدعت ظلمت وضلالت، اتباعِ نفس ہے اور انہدام اسلام ہے اور ہر بدعت سیئہ اور قبیحہ ہے۔ جس کام کی اصل قرآن وحدیث میں نہ ہو، وہ اچھا نہیں ہو سکتا۔

❀ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م: ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

اِعْلَمُوا أَنَّ الْبِدْعَةَ لَا يُقْبَلُ مَعَهَا عِبَادَةٌ مِّنْ صَلَاةٍ وَّلَا صِيَامٍ وَّلَا صَدَقَةٍ وَّلَا غَيْرِهَا مِنَ الْقُرُبَاتِ، وَمُجَالِسُ صَاحِبِهَا تُنْزَعُ مِنْهُ الْعِصْمَةُ، وَيُوكَلُ إِلٰى نَفْسِهٖ، وَالْمَاشِي إِلَيْهِ وَمُوَقِّرُهٗ مُعِينٌ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ، فَمَا الظَّنُّ بِصَاحِبِهَا؟ وَهُوَ مَلْعُونٌ عَلٰى لِسَانِ الشَّرِيعَةِ، وَيَزْدَادُ مِنَ اللّٰهِ بِعِبَادَتِهٖ بُعْدًا، وَهِيَ مَظِنَّةُ إِلْقَاءِ الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ، وَمَانِعَةٌ مِّنَ الشَّفَاعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ، وَرَافِعَةٌ لِّلسُّنَنِ الَّتِي تُقَابِلُهَا، وَعَلٰى مُبْتَدِعِهَا إِثْمُ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ تَوْبَةٍ، وَتُلْقٰى عَلَيْهِ الذِّلَّةُ وَالْغَضَبُ مِنَ اللّٰهِ، وَيُبْعَدُ عَنْ حَوْضِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُخَافُ عَلَيْهِ أَنْ يَّكُونَ مَعْدُودًا فِي الْكُفَّارِ الْخَارِجِينَ عَنِ الْمِلَّةِ، وَسُوءُ الْخَاتِمَةِ عِنْدَ الْخُرُوجِ مِنَ الدُّنْيَا، وَيَسْوَدُّ وَجْهُهٗ فِي الْآخِرَةِ، وَيُعَذَّبُ بِنَارِ جَهَنَّمَ، وَقَدْ تَبَرَّأَ مِنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَبَرَّأَ مِنْهُ الْمُسْلِمُونَ، وَيُخَافُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ فِي الدُّنْيَا زِيَادَةً إِلٰى عَذَابِ الْآخِرَةِ .

''جان لیجیے کہ بدعت کی موجودگی میں نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ بدعتی کی مجالس سے عصمت چھین لی جاتی ہے، وہ اپنے نفس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ بدعتی کو اللہ نے ملعون قرار دیا ہے اور جو شخص بدعتی کے پاس جاتا ہے وہ اسلام کے انہدام میں اس کا معاون بنتا ہے۔اس کی عبادت اسے اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے۔ بدعت، بغض و عناد کا سبب ہے، نیز شفاعت رسول سے محروم کرتی اور سنتوں کو مٹاتی ہے۔ بدعت جاری کرنے والے پر ان تمام انسانوں کا گناہ ہوگا، جو اس پر عمل کریں گے۔ اس کی معافی نہیں ہوگی۔ اس پر ذلت ورسوائی اور اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا، وہ نبی ﷺ کے حوض سے دُور کر دیا جائے گا، ڈر ہے کہ وہ کفار میں شمار کیا جائے اور وقت آخر برے انجام کا شکار ہو۔ روز آخرت روسیاہ ہوگا اور اسے عذاب جہنم سے دوچار کیا جائے گا۔ رسول کریم ﷺ نے اس سے بیزاری کا اعلان کیا ہے، مسلمان اس سے بری ہیں۔شدید خدشہ ہے کہ عذاب آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی کوئی بڑا فتنہ اسے آن لے گا۔''

(الاعتصام : ١٠٦/١۔ ١٠٧)

✿ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَإِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ

شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهٖ، وَإِنَّ السَّعِيدَ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ، فَاتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا۔۔۔۔

''بہترین کلام کتاب اللہ ہے، بہترین منہج محمد ﷺ کا ہے اور بدترین کام بدعت ہیں۔ بدبخت وہی ہے، جو شکم مادر میں بدبخت لکھ دیا گیا تھا اور نیک بخت وہ ہے، جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ لہٰذا آپ اتباع کریں، بدعات جاری نہ کریں۔'' (الاعتقاد للبیهقي : ٣٠٦، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (م:۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:**

إِنَّ السُّنَّةَ بِالذَّاتِ تَمْحَقُ الْبِدْعَةَ، وَلَا تَقُومُ لَهَا، وَإِذَا طَلَعَتْ شَمْسُهَا فِي قَلْبِ الْعَبْدِ؛ قَطَعَتْ مِنْ قَلْبِهٖ ضَبَابَ كُلِّ بِدْعَةٍ، وَأَزَالَتْ ظُلْمَةَ كُلِّ ضَلَالَةٍ، إِذْ لَا سُلْطَانَ لِلظُّلْمَةِ مَعَ سُلْطَانِ الشَّمْسِ، وَلَا يَرَى الْعَبْدُ الْفَرْقَ بَيْنَ السُّنَّةِ وَالْبِدْعَةِ، وَيُعِينُهٗ عَلَى الْخُرُوجِ مِنْ ظُلْمَتِهَا إِلٰى نُورِ السُّنَّةِ؛ إِلَّا الْمُتَابَعَةُ، وَالْهِجْرَةُ بِقَلْبِهٖ كُلَّ وَقْتٍ إِلَى اللّٰهِ، بِالِاسْتِعَانَةِ وَالْإِخْلَاصِ، وَصِدْقِ اللَّجْإِ إِلَى اللّٰهِ، وَالْهِجْرَةُ إِلٰى رَسُولِهٖ، بِالْحِرْصِ عَلَى الْوُصُولِ إِلٰى أَقْوَالِهٖ وَأَعْمَالِهٖ وَهَدْيِهٖ وَسُنَّتِهٖ، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ؛ فَهِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ، وَمَنْ هَاجَرَ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ؛ فَهُوَ حَظُّهٗ وَنَصِيبُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

''سنت بدعت کا قلع قمع کرتی ہے۔ اسے اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیتی، جب

آفتاب سنت کسی دل میں طلوع ہو جاتا ہے، تو اس سے بدعات کی کُہر ختم کر دیتا ہے اور اس کے اندھیرے زائل کر دیتا ہے، کیوں کہ سورج کے سامنے ظلمت کی طاقت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ایک عام آدمی سنت اور بدعت میں کوئی فرق نہیں کر پاتا، اسے بدعت کے اندھیروں سے نکلنے کے لئے انوارِ سنت کی چھاؤں میں رہنا ہوگا، اسے اپنے دل کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی استعانت، اخلاص اور سچی تڑپ میں رکھنا ہوگا اور سب کچھ چھوڑ کر رسول ﷺ کے اقوال، اعمال، آپ ﷺ کی سنت و منہج کی تلاش میں رہنا ہوگا۔ جس آدمی کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہوئی، اس کی ہجرت مقبول ہوگی اور جس نے کسی غیر کی طرف ہجرت کی تو دنیا و آخرت میں وہی اس کا حصہ ہے۔'' (مدارج السّالکین : ۳۷٤/۱)

❁ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ (بني إسرائيل : ۳٦)

''اس چیز کا پیچھا مت کریں، جس کا آپ کو علم نہیں۔''

❁ مزید فرمایا:

﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَ هُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ (النّجم : ۲۳)

''یہ لوگ محض ظن اور خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔''

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا

اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ (المائدة : ۷۷)

''نبی! اہل کتاب سے کہہ دیجئے، دین میں غلو مت کریں اوران گمراہوں کی خوہشات پر نہ چلیں، جو خود گمراہ ہیں اور بہت سے انسانوں کو راہ حق سے بھٹکانے کا سبب ہیں، یہ لوگ خیر سے دور ہو چکے ہیں۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الأنعام : ۱۱۹)

''بہت سے لوگ محض جہالت کی بنا پر نفسانی خواہشات کے ذریعے گمراہی پھیلاتے ہیں۔''

ان آیات میں بدعتی کی مذمت کی گئی ہے، کیوں کہ وہ گمراہی کو پھیلاتا ہے، قرآن وسنت کو چھوڑ دیتا ہے اور خواہشات نفسانی کو زندگی کا اصل الاصول سمجھ لیتا ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِيَحْمِلُوْا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَلَا سَاءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾ (النّحل : ۲۵)

''تاکہ وہ روزِ قیامت اپنے اور ان کے گناہوں کا بار اٹھائیں، جنہیں بغیر علم کے گمراہ کیا، خبردار! گناہوں کا بار بہت برا ہوگا۔''

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَعْلُومٌ اَنَّ كُلَّ مَا لَمْ يَسُنَّهٗ وَلَا اسْتَحَبَّهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَلَا أَحَدٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَقْتَدِي بِهِمُ الْمُسْلِمُونَ فِي دِينِهِمْ؛ فَإِنَّهٗ يَكُونُ مِنَ الْبِدَعِ الْمُنْكَرَاتِ، وَلَا يَقُولُ أَحَدٌ فِي مِثْلِ هٰذَا : إِنَّهٗ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ، إِذَا الْبِدْعَةُ الْحَسَنَةُ عِنْدَ مَنْ يُقَسِّمُ الْبِدَعَ إِلٰى حَسَنَةٍ وَّسَيِّئَةٍ؛ لَا بُدَّ أَنْ يَّسْتَحِبَّهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الَّذِينَ يُقْتَدٰى بِهِمْ، وَيَقُومُ دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ عَلَى اسْتِحْبَابِهَا، وَكَذٰلِكَ مَنْ يَقُولُ : الْبِدْعَةُ الشَّرْعِيَّةُ، كُلُّهَا مَذْمُومَةٌ لِّقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ : كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَيَقُولُ : قَوْلُ عُمَرَ فِي التَّرَاوِيحِ : نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ؛ إِنَّمَا أَسْمَاهَا بِدْعَةً بِاعْتِبَارِ وَضْعِ اللُّغَةِ، فَالْبِدْعَةُ فِي الشَّرْعِ عِنْدَ هٰؤُلَاءِ مَا لَمْ يَقُمْ دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ عَلَى اسْتِحْبَابِهٖ، وَمَآلُ الْقَوْلَيْنِ وَاحِدٌ؛ إِذْ هُمْ مُّتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ مَا لَمْ يُسْتَحَبَّ أَوْ يَجِبْ مِنَ الشَّرْعِ؛ فَلَيْسَ بِوَاجِبٍ وَّلَا مُسْتَحَبٍّ، فَمَنِ اتَّخَذَ عَمَلًا مِّنَ الْأَعْمَالِ عِبَادَةً وَّدِينًا، وَلَيْسَ ذٰلِكَ فِي الشَّرِيعَةِ وَاجِبًا وَّلَا مُسْتَحَبًّا، فَهُوَ ضَالٌّ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ .

’’یہ بات واضح ہے کہ جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے رائج کیا ہے، نہ پسند کیا اور نہ ہی اسلاف نے پسند کیا، وہ ناپسندیدہ بدعت ہے، مسلمان اسلاف کے عمل کے پیرو ہیں۔ جو لوگ بدعت کی حسنہ وسیئہ تقسیم کرتے ہیں، وہ بھی کہتے ہیں کہ حسنہ اس کو کہا جائے گا، جس کو ائمہ ہدی نے مستحب قرار دیا ہو اور اس پر دلیل شرعی قائم ہو، ائمہ ہدی جن کی پیروی کی جاتی ہے۔ بعض لوگ بدعت کو لغوی اور

شرعی میں تقسیم کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جس پر بھی بدعت کی شرعی تقسیم لاگو ہوگی، وہ مذموم ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے۔''

لغوی بدعت کی مثال وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے لاتے ہیں، عمر رضی اللہ عنہ تراویح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تجدید نو اچھی ہے، ان کا کہنا ہے شرعا بدعت اس کو کہا جائے گا، جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ان دونوں باتوں کا معنی ایک ہی ہے۔یعنی ہر دو گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ جس کو شرع نے مستحب یا واجب قرار نہیں دیا، وہ مستحب اور واجب نہیں ہے۔اسی طرح ہر دو گروہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا شخص بالاتفاق کافر ہے، جو اس عمل کو دین یا عبادت سمجھ کر سر انجام دے، جس عمل کو شریعت نے مستحب یا واجب قرار نہ دیا ہو۔''

(مجموع الفتاوٰی : ۱۵۲/۲۷)

معلوم ہوا کہ دین اللہ اور رسول ﷺ کے فرامین کا نام ہے۔اعمال کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط قرآن وسنت کی پیروی ہے۔

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَطَسَ رَجُلٌ إِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : وَأَنَا أَقُولُ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ لَيْسَ هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَقُولَ إِذَا عَطَسْنَا، أَمَرَنَا أَنْ نَقُولَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھے ایک آدمی نے چھینک لی اور کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔'' اس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی اللہ کی تعریف کرتا اور رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہوں، لیکن اس موقع پر ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یوں نہیں سکھایا، بلکہ آپ ﷺ نے ہمیں چھینک کے وقت یہ دُعا سکھائی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ''ہمہ وقت تمام تعریفات اللہ کے لئے ہیں۔''

(سنن التّرمذي : ٢٧٣٨، مسند الحارث [بغية الباحث : ٨٠٧]، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : ٢٦٥/٤ـ ٢٦٦، شعب الإيمان للبيهقي : ٨٨٨٤، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حضرمی بن عجلان مولیٰ جارود کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثّقات : ٢٤٩/٦) نے ''ثقہ'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے جو کہ توثیق ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صدوق'' کہا ہے۔ (الکاشف : ٢٣٩/١)

مستدرک حاکم میں حضرمی بن لاحق چھپ گیا ہے، جو کہ وہم ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ کی مسند الشامیین (٣٢٣) میں ''حسن'' سند کے ساتھ اس کا ایک شاہد بھی ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلٰى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا، فَقَالُوا : وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ : أَمَّا أَنَا؛ فَإِنِّي

أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبدًا، وَقَالَ آخَرُ : أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ : أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ، فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ أَمَا وَاللّٰهِ، إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لٰكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي؛ فَلَيْسَ مِنِّي.

''نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس تین شخص آئے اور آپ ﷺ کی عبادت کا احوال معلوم کیا۔ جب بتایا گیا، تو ان کے ردعمل سے یوں محسوس ہوا کہ شاید وہ اس عبادت کو کم سمجھ رہے ہیں، چنانچہ کہنے لگے : ہم کہاں نبی کریم ﷺ جیسے ہیں؟ آپ کی تو اگلی پچھلی تمام لغزشیں اللہ نے معاف کر دی ہیں۔ ایک نے کہا: میں ہمیشہ کے لئے ساری رات جاگ کر نماز ادا کرنے کا معمول بناؤں گا۔ دوسرا بولا : میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا، کبھی چھوڑوں گا نہیں۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے دُور رہوں گا اور شادی نہیں کروں گا۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا : کیا آپ نے فلاں فلاں بات کہی؟ اللہ کی قسم ! میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور آپ سے زیادہ ڈرتا ہوں، آپ سے زیادہ متقی ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، میں نے شادی بھی کر رکھی ہے، لہٰذا جو شخص میری سنت سے اعراض کرے، وہ میرے طریقے پر نہیں۔''

(صحيح البخاري : ٥٠٥٣، صحيح مسلم : ١٤٠١)

یہ حدیث صحیح بخاری (٧٠٨٤) اور صحیح مسلم (١٨٤٧) میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی

مروی ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سنت کی پیروی ضروری ہے، اس میں کمی بیشی غلط ہے، ورنہ نیک کام بدعت بن جاتا ہے۔

❀ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَسْتَقِيمُ قَوْلٌ إِلَّا بِعَمَلٍ، وَلَا يَسْتَقِيمُ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ إِلَّا بِنِيَّةٍ، وَلَا يَسْتَقِيمُ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ وَنِيَّةٌ؛ إِلَّا بِمُوَافَقَةِ السُّنَّةِ .

''عمل کے بغیر محض زبانی دعوی کی کوئی حیثیت نہیں اور نیت کے بغیر قول وعمل درست نہیں ہو سکتے اور کوئی قول، عمل اور نیت تب تک معتبر نہیں، جب تک سنت کے موافق نہ ہو۔'' (حلية الأولياء لأبي نعيم : ٣٢/٧، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے پہلے علمائے کرام کہا کرتے تھے:

اَلْاِعْتِصَامُ بِالسُّنَّةِ نَجَاةٌ .

''سنت کو مضبوطی سے تھامنا باعث نجات ہے۔''

(سنن الدّارمي : ٩٧، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِي؛ فَلَيْسَ مِنِّي .

''میری سنت سے منہ موڑنے والا میرے طریقے پر نہیں۔''

(صحيح ابن خزيمة : ١٩٧، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ صَاحِبِ كُلِّ بِدْعَةٍ.

”اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی کے لیے توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔“

(المعجم الأوسط للطّبراني : ٤٢٠٢، طبقات المحدّثين بأصبهان لأبي الشّيخ الأصبهاني : ٦٠٩/٣، المختارة للحافظ الضّياء المقدسي : ٢٠٥٤، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

(التّرغيب والتّرهيب : ٨٦/١)

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ، غَيْرَ هَارُونَ بْنِ مُوسَى الْفَرْوِيِّ، وَهُوَ ثِقَةٌ .

”اس کے تمام راوی صحیح بخاری والے ہیں، سوائے ہارون بن موسیٰ فروی کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔“ (مجمع الزّوائد : ١٨٩/١٠)

❁ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْبِدْعَةُ أَحَبُّ إِلٰى إِبْلِيسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ، الْمَعْصِيَةُ يُتَابُ مِنْهَا، وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا .

”بدعت شیطان کو معصیت الٰہی سے زیادہ محبوب ہے، گناہ سے تو توبہ کر لی جاتی ہے، لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔“

(مسند علي بن الجعد : ١٨٠٩، وسندهٗ حسنٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م : ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنٰى قَوْلِهِمْ : إِنَّ الْبِدْعَةَ لَا يُتَابُ مِنْهَا أَنَّ الْمُبْتَدِعَ الَّذِي يَتَّخِذُ دِينًا لَّمْ يُشَرِّعْهُ اللّٰهُ وَلَا رَسُولُهٗ؛ قَدْ زُيِّنَ لَهٗ سُوءُ عَمَلِهٖ فَرَآهُ حَسَنًا، فَهُوَ لَا يَتُوبُ مَا دَامَ يَرَاهُ حَسَنًا، لِأَنَّ أَوَّلَ التَّوْبَةِ الْعِلْمُ بِأَنَّ

فِعْلَهُ سَيِّءٌ لِّيَتُوبَ مِنْهُ، أَوْ بِأَنَّهُ تَرَكَ حَسَنًا مَّأْمُورًا بِهٖ أَمْرَ إِيجَابٍ أَوِ اسْتِحْبَابٍ لِّيَتُوبَ وَيَفْعَلَهُ، فَمَا دَامَ يَرٰى فِعْلَهُ حَسَنًا وَّهُوَ سَيِّءٌ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ، فَإِنَّهُ لَا يَتُوبُ، وَلٰكِنَّ التَّوْبَةَ مِنْهُ مُمْكِنَةٌ وَّوَاقِعَةٌ بِأَنْ يَّهْدِيَهُ اللّٰهُ وَيُرْشِدَهُ، حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُ الْحَقُّ، كَمَا هَدٰى سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى مَنْ هَدٰى مِنَ الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ وَطَوَائِفَ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ وَالضَّلَالِ.

''اہل علم کہتے ہیں کہ ''بدعت سے توبہ نہیں ہوتی۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ بدعتی شریعت محمدیہ کے علاوہ کسی اور دین کا پیروکار ہوتا ہے، اس کے لیے برا عمل مزین کر دیا جاتا ہے اور وہ اسے اچھا سمجھتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ اس عمل سے توبہ نہیں کرسکتا، کیونکہ توبہ کے لیے اپنے عمل کو برا جاننا ضروری ہے، یا اس بات کا احساس ہونا ضروری ہے کہ میں نے واجب یا مستحب عمل کو ترک کر دیا ہے، لہٰذا جب تک وہ کسی برے کام کو اچھا سمجھتا رہے گا، تب تک توبہ نہیں کرے گا، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ اس پر حق واضح کر کے رشد و ہدایت سے نواز دے، جیسا کہ اللہ نے کفار، منافقین اور بہت سے بدعتیوں اور گمراہوں کو ہدایت دی ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی : ۹/۱۰)

❁ **سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:**

خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا، ثُمَّ قَالَ : هٰذَا سَبِيلُ اللّٰهِ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَّمِينِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ، ثُمَّ قَالَ : هٰذِهٖ سُبُلٌ مُّتَفَرِّقَةٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيلٍ مِّنْهَا شَيْطَانٌ يَّدْعُو إِلَيْهِ، ثُمَّ قَرَأَ :

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیلِهٖ﴾ (الأنعام ٦ : ١٥٣) .

''ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں بائیں مزید لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ دوسرے راستے ہیں، ان سب پر شیطان کا ڈیرہ ہے، وہ ان کی طرف بلا رہا ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی : ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیلِهٖ﴾ (الأنعام : ١٥٣) ''یہ میرا سیدھا راستہ ہے، اس کی پیروی کرو، دوسرے رستوں کی طرف مت جاؤ، ورنہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔''

(مسند الإمام أحمد : ١/٤٣٥، مسند الطّيالسي : ٢٤١، سنن الدّارمي : ٢٠٢، السّنن الكبرٰى للنّسائي : ١١١٠٩، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (٣١٨/٢) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

۞ علامہ طیبی (م : ٧٤٣ھ) ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ؛

قَوْلُهُ : الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، يَجُوزُ أَنْ يُّرَادَ بِهٖ مَنْ يُّدْخِلُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ، أَوْ أَنْ يُّأَوِّلَ بِمَا يَأْبٰى عَنْهُ اللَّفْظُ وَيُخَالِفُ الْمُحْكَمَ، كَمَا فَعَلَتِ الْيُهُودُ بِالتَّوْرَاةِ مِنَ التَّبْدِيلِ وَالتَّحْرِيفِ، وَالزِّيَادَةُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ كُفْرٌ، وَتَأْوِيلُهٗ بِمَا يُخَالِفُ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ بِدْعَةٌ .

''کتاب اللہ میں زیادتی سے مراد ان چیزوں کا اضافہ ہے، جو کتاب اللہ میں

نہیں تھیں یا اس سے مراد یہود ونصاریٰ کی طرح تحریف وتبدل پر مبنی ایسی تاویل ہے، جو ظاہر نص اور محکم کے مخالف ہو، کتاب اللہ میں زیادتی کفر ہے اور اس کی قرآن وسنت کے مخالف تاویل کرنا بدعت ہے۔'' (شرح المشكاة : ٥٧٢/٢)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةٌ وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلٰى سُنَّتِي فَقَدِ اهْتَدٰى وَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَدْ هَلَكَ .

''ہر عمل میں شدت ہوتی ہے، بعد میں سستی آ جاتی ہے، جو شخص سستی کے ایام میں بھی سنت کا پیروکار رہا وہ تو ہدایت پر رہا اور جو سستی کے ایام میں کسی اور طرف نکل گیا، وہ ہلاک ہو گیا۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٥٨/٢، السّنة لابن أبي عاصم : ٥١، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (١١) نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ خالد بن سعد مولی ابی مسعود انصاری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

دَخَلَ أَبُو مَسْعُودٍ عَلٰى حُذَيْفَةَ، فَقَالَ : اعْهَدْ إِلَيَّ، فَقَالَ لَهٗ : أَلَمْ يَأْتِكَ الْيَقِينُ، فَقَالَ : بَلٰى وَعِزَّةِ رَبِّي قَالَ : فَاعْلَمْ أَنَّ الضَّلَالَةَ حَقَّ الضَّلَالَةِ أَنْ تَعْرِفَ مَا كُنْتَ تُنْكِرُ وَأَنْ تُنْكِرَ مَا كُنْتَ تَعْرِفُ، وَإِيَّاكَ وَالتَّلَوُّنَ، فَإِنَّ دِينَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاحِدٌ .

''سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے وصیت طلب کی، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ کے پاس یقینی خبر (وحی) نہیں پہنچی؟ عرض کیا:

کیوں نہیں، میرے رب کی عزت کی قسم! فرمایا: جان لیجئے کہ حقیقی گمراہی یہ ہے کہ نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی سمجھا جائے، دو رنگی چھوڑ دیں، یک رنگ ہو جائیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا دین یک رنگ ہے۔''

(مسند علي بن الجعد : ٣٠٨٣، وسندهٗ حسنٌ)

بدعت کیا ہے؟

① علامہ عینی حنفی (م: ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

هِيَ مَا لَمْ يَكُنْ لَّهٗ أَصْلٌ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَقِيلَ: إِظْهَارُ شَيْءٍ لَّمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فِي زَمَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

''دین میں بدعت ہر اس نئے کام کو کہتے ہیں، جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو، دوسری تعریف یہ ہے کہ ایسا عمل، جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ پایا گیا ہو۔'' (عمدة القاري: ۳۷/۲۵)

② علامہ شاطبی (م: ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

طَرِيقَةٌ فِي الدِّينِ مُخْتَرَعَةٌ تُضَاهِي الشَّرِيعَةَ يُقْصَدُ بِالسُّلُوكِ عَلَيْهَا الْمُبَالَغَةُ فِي التَّعَبُّدِ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ.

''شریعت کی مشابہت میں نکالا گیا وہ طریقہ، جس کا مقصود عبادت میں مبالغہ ہو، بدعت کہلاتا ہے۔'' (الاعتصام: ۳۰/۱)

③ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْبِدْعَةَ هِيَ الدِّينُ الَّذِي لَمْ يَأْمُرِ اللّٰهُ بِهٖ وَرَسُولُهٗ، فَمَنْ دَانَ دِينًا لَّمْ يَأْمُرِ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ بِهٖ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ بِذٰلِكَ، وَهٰذَا مَعْنٰى

قَوْلِهٖ تَعَالٰی : ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنْ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ (الشوریٰ : ۲۱)

''بدعت وہ دین ہے، جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم نہیں دیا اور جس کا حکم شریعت میں نہ ہو اس پر عمل کرنے والا بدعتی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی معنی ہے: ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنْ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ (الشوریٰ : ۲۱) ''کیا انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں؟ جنہوں نے ان چیزوں کو دین بنا دیا ہے، جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔''

(الاستقامۃ : ۵/۱)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ الْبِدْعَةَ مَا لَمْ يُشَرِّعْهُ اللّٰهُ مِنَ الدِّينِ فَكُلُّ مَنْ دَانَ الشَّيْءَ لَمْ يُشَرِّعْهُ اللّٰهُ فَذٰلِكَ بِدْعَةٌ وَإِنْ كَانَ مُتَأَوِّلًا فِيهِ.

''بدعت وہ طریقہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر نہیں کیا، سو ہر وہ عمل بدعت ہے، جسے اللہ نے مشروع نہ کیا ہو، بھلے وہ تاویل کی بنا پر اختیار کیا گیا ہو۔''

(الاستقامۃ : ۴۲/۱)

④ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (م: ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالْبِدْعَةِ مَا أُحْدِثَ مِمَّا لَا أَصْلَ لَهٗ فِي الشَّرِيعَةِ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَأَمَّا مَا كَانَ لَهٗ أَصْلٌ مِّنَ الشَّرْعِ يَدُلُّ عَلَيْهِ فَلَيْسَ بِبِدْعَةٍ شَرْعًا وَّإِنْ كَانَ بِدْعَةً لُّغَةً.

''بدعت سے مراد وہ چیز ہے، جس کی شریعت میں کوئی اصل ودلیل نہ ہو، ہاں!

جس کی شریعت میں اصل ودلیل موجود ہو، شرعی بدعت نہیں، اگرچہ لغوی اعتبار سے بدعت ہو۔‘‘(جامع العلوم والحِکَم : ۱۹۳)

❀ نیز لکھتے ہیں :

مَنْ تَقَرَّبَ إِلَى اللّٰهِ بِعَمَلٍ، لَمْ يَجْعَلْهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ قُرْبَةً إِلَى اللّٰهِ، فَعَمَلُهٗ بَاطِلٌ مَّرْدُودٌ عَلَيْهِ، وَهُوَ شَبِيهٌ بِحَالِ الَّذِينَ كَانَتْ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً، وَهٰذَا كَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِسَمَاعِ الْمَلَاهِي، أَوْ بِالرَّقْصِ، أَوْ بِكَشْفِ الرَّأْسِ فِي غَيْرِ الْإِحْرَامِ، وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْمُحْدَثَاتِ الَّتِي لَمْ يَشْرَعِ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ التَّقَرُّبَ بِهَا بِالْكُلْيَةِ، وَلَيْسَ مَا كَانَ قُرْبَةٌ فِي عِبَادَةٍ يَكُونُ قُرْبَةً فِي غَيْرِهَا مُطْلَقًا، فَقَدْ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا قَائِمًا فِي الشَّمْسِ، فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقِيلَ : إِنَّهٗ نَذَرَ أَنْ يَّقُومَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَأَنْ يَّصُومَ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْعُدَ وَيَسْتَظِلَّ، وَأَنْ يُتِمَّ صَوْمَهٗ، فَلَمْ يَجْعَلْ قِيَامَهٗ وَبُرُوزَهٗ لِلشَّمْسِ قُرْبَةً يُوفِي بِنَذْرِهِمَا .

وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ عِنْدَ سَمَاعِ خُطْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَنَذَرَ أَنْ يَّقُومَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ مَا دَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، إِعْظَامًا

لِسَماعِ خُطْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَجْعَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ قُرْبَةً تُوفٰى بِنَذْرِهٖ، مَعَ أَنَّ الْقِيَامَ عِبادَةٌ فِي مَوَاضِعَ أُخَرٍ، كَالصَّلَاةِ وَالْأَذَانِ وَالدُّعَاءِ بِعَرَفَةَ، وَالْبُرُوزِ لِلشَّمْسِ قُرْبَةٌ لِّلْمُحْرِمِ، فَدَلَّ عَلٰى أَنَّهٗ لَيْسَ كُلُّ مَا كَانَ قُرْبَةٌ فِي مَوْطِنٍ يَّكُونُ قُرْبَةً فِي كُلِّ الْمَوَاطِنِ، وَإِنَّمَا يُتْبَعُ فِي ذٰلِكَ مَا وَرَدَتْ بِهِ الشَّرِيعَةُ فِي مَوَاضِعِهَا.

”جس عمل کو اللہ نے اپنے قرب کا ذریعہ نہ بنایا ہو، اس کے ذریعے قرب تلاش کرنے کا عمل باطل و مردود ہے۔جیسے مشرکین مکہ بیت اللہ میں سیٹیاں اور تالیاں بجا کر عبادت کرتے تھے۔بدعی اعمال کے ذریعہ حصول تقرب کی مثال وہی ہے، جیسے کوئی آلات موسیقی، رقص اور احرام کے سوا سر ننگا رکھ کر اللہ کا تقرب چاہے، یا دیگر بدعات کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ مان کر ان پہ عمل پیرا ہو۔ایک عمل اگر کسی ایک عبادت میں بہ طور نیکی کیا جاتا ہے، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسری عبادات میں اس کا شمول بھی نیکی بن جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دھوپ پہ کھڑے دیکھ کر اس کی وجہ دریافت کی، اس نے بتایا کہ میں نے نذر مان رکھی ہے کہ میں بیٹھوں گا نہیں بلکہ کھڑا رہوں گا، اسی طرح سائے میں بھی نہیں آوں گا۔اسی حالت میں روزہ رکھوں گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جائیں اور سائے میں آجائیں، البتہ روزہ مکمل کریں۔آپ ﷺ نے اس آدمی کے دھوپ میں کھڑے رہنے کو نیکی نہیں بتایا

کہ جس کی نذر پوری کی جائے۔ روایات میں آتا ہے کہ اس آدمی نے یہ نذر جمعہ والے دن نبی کریم ﷺ کا خطبہ سنتے وقت مانی تھی، آپ ﷺ منبر پر تھے، اس نے نذر مانی کہ جب تک رسول اللہ ﷺ خطبہ دیتے رہیں گے، میں تعظیماً آپ کے خطبہ کو سننے کے لیے کھڑا رہوں گا اور سائے میں نہیں آؤں گا، لیکن نبی کریم ﷺ نے اسے نیکی نہیں سمجھا کہ جس کی نذر پوری کرنا ضروری ہے۔ حالانکہ نماز، اذان اور وقوف عرفہ کے دوران دعا سمیت کئی مقامات پر کھڑے ہونا اور محرم کے لیے سورج کے رو برو ہونا عبادت ہے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ جو کام کسی ایک عبادت میں مشروع ہو، وہ دوسری عبادت میں ممنوع بھی ہوسکتا ہے، سو شریعت کے اتباع کی ضرورت ہے، جس سے کسی کام کی مشروعیت عدم مشروعیت کا معلوم ہوسکے۔''

(جامع العلوم والحِکَم: ۱۷۸/۱)

⑤ علامہ احمد بن محمد بن حسن شمنی حنفی (م: ۸۷۲ھ) لکھتے ہیں:

مَا أُحْدِثَ عَلٰی خِلَافِ الْحَقِّ الْمُتَلَقّٰی عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ عِلْمٍ أَوْ عَمَلٍ أَوْ حَالٍ بِنَوْعِ شُبْھَۃٍ وَاسْتِحْسَانٍ وَجُعِلَ دِینًا قَوِیمًا وَصِرَاطًا مُسْتَقِیمًا ....

''علم، عمل یا کوئی ایسی حالت، جسے شبہ کی بنا پر رسول اللہ ﷺ سے منقول حق کے مقابلہ میں گھڑ لیا گیا ہو اور اسے بدعت حسنہ کا نام دے کر دین قویم اور صراط مستقیم قرار دیا گیا ہو بدعت ہے۔''

(رد المحتار علی الدّر المختار المعرورف به فتاوٰی شامي: ۵۶۰/۱، حاشیة الطّحطاوي

على مراقي الفلاح، ص ۳۰۳، درر الحكام شرح غرر الأحكام لملا خسرو : ۸٥/۱)

⑥ علامہ شریف جرجانی (م:۸۱۶ھ) لکھتے ہیں:

الْبِدْعَةُ : هِيَ الْأَمْرُ الْمُحْدَثُ الَّذِي لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، وَلَمْ يَكُنْ مِمَّا اقْتَضَاهُ الدَّلِيلُ الشَّرْعِيُّ .

''بدعت وہ نیا کام ہے، جس پر صحابہ و تابعین کا عمل نہ ہو اور نہ ہی دلیل شرعی اس کی متقاضی ہو۔'' (كتاب التّعريفات، ص ٤٣)

⑦ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''بدعت کے شرعی معنی ہیں، وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں، بعد میں ایجاد ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بدعت شرعی دو طرح کی ہوئی بدعت اعتقادی اور بدعت عملی۔'' (جاء الحق، ص ۲۰۴)

بدعت کی تقسیم

بدعت کو سَیِّئَة(بُری)اور حَسَنَة(اچھی) میں تقسیم کرنا درست نہیں، کیونکہ ہر بدعت سَیِّئَة (بُری) ہے،کوئی بدعت حَسَنَة(اچھی)نہیں۔

دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلیل نمبر ۱:

بدعت کی تعریف ہی یہ ہے کہ اس کی اصل قرآن وسنت اور اجماع میں نہ ہو،تو جس کی دلیل نہ ہو، وہ حسنہ کیسے بن سکتی ہے؟

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م:۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا التَّقْسِيمَ أَمْرٌ مُّخْتَرَعٌ، لَا يَدُلُّ عَلَيْهِ دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ، بَلْ هُوَ نَفْسُهٗ مُتَدَافِعٌ، لِأَنَّ مِنْ حَقِيقَةِ الْبِدْعَةِ أَنْ لَّا يَدُلَّ عَلَيْهَا دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ، لَا مِنْ نُصُوصِ الشَّرْعِ، وَلَا مِنْ قَوَاعِدِهٖ .

''بدعت کی تقسیم بذات خود اختراع و بدعت ہے، کیوں کہ اس تقسیم پر کوئی دلیل شرعی نہیں، بلکہ بدعت کی تعریف ہی اس تقسیم کا رد کرتی ہے، بدعت کی تعریف یہ ہے کہ اس پر کوئی شرعی نص یا شرعی قاعدہ دلالت نہ کرے۔''

(الاعتصام: ۱/۲٤٦)

دلیل نمبر۲:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾(النّحل : ١١٦)

''اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے کسی چیز کو اپنی صواب دید سے حلال یا حرام قرار نہ دیا کرو، اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م: ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

يَدْخُلُ فِي هٰذَا كُلُّ مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً لَّيْسَ لَهٗ فِيهَا مُسْتَنَدٌ شَرْعِيٌّ أَوْ حَلَّلَ شَيْئًا مِّمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ أَوْ حَرَّمَ شَيْئًا مِّمَّا أَبَاحَ اللّٰهُ بِمُجَرَّدِ رَأْيِهٖ وَتَشْهِيهِهٖ.

''ہر وہ شخص جس نے کسی شرعی ثبوت و دلیل کے بغیر کوئی بدعت جاری کی، وہ اس آیت کا مصدق ہے۔ایسا انسان محض اپنی رائے اور نفسانی خواہش سے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔''

(تفسير ابن كثير : ۷۷۹/۲)

بدعت جاری کرنے کا مطلب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے، تو کیا اللہ پر باندھا ہوا جھوٹ سئیہ یا حسنہ میں تقسیم ہوسکتا ہے؟

دلیل نمبر ۳:

اللہ تعالیٰ نے یہود کے بارے میں فرمایا:

﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ أَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرة : ۸۰)

''وہ کہتے ہیں کہ ہم گنتی کے چند دن آگ میں جلیں گے، اے محمد ﷺ کہہ دیجئے ! کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے کہ وہ اس کی خلاف ورزی نہ کرے؟ یا بغیر علم کے اللہ پر جھوٹ بولتے ہو؟''

معلوم ہوا کہ دینی احکام و مسائل میں بغیر دلیل کے بات کرنا اللہ پر بہتان و افترا ہے۔ اس کو اللہ پر جھوٹ کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ اور بدعت میں یہی تو ہوتا ہے کہ جس چیز کو اللہ نے دین نہ کہا ہو، اس کو دین کہہ دیا جاتا ہے، لہٰذا کسی صورت اللہ پر جھوٹ کو حسنہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دلیل نمبر ۴:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِي دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ﴾ (النّساء : ۱۷)

''اہل کتاب ! دین میں غلو مت کرو، اور اللہ پر جھوٹ مت باندھو۔''

اس آیت میں ''غلو فی الدین'' سے منع کیا گیا ہے،اور بدعت غلو ہی کی ایک صورت ہے،سو ایسے ممنوع کام کو ''حسنہ'' نہیں کہا جا سکتا، وہ سئیہ ہی ہے۔

دلیل نمبر۵ :

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .

''بدعت قبیح ترین عمل ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

(صحيح مسلم : ٨٦٧/٤٣)

اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی رحمہ اللہ (م:۶۷۱ھ) کہتے ہیں:

يُرِيدُ مَا لَمْ يُوَافِقْ كِتَابًا أَوْ سُنَّةً، أَوْ عَمَلَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہر وہ عمل ہے، جو کتاب وسنت اور عمل صحابہ کے موافق نہ ہو۔''

(تفسير القرطبي : ٨٧/٢)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ : كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، مَا أُحْدِثَ وَلَا دَلِيلَ لَهٗ مِنَ الشَّرْعِ بِطَرِيقٍ خَاصٍّ وَّلَا عَامٍّ .

''ہر بدعت گمراہی ہے، اس سے مراد ہر وہ نئی چیز ہے، جس کی شریعت میں خاص یا عام کوئی دلیل نہ ہو۔''(فتح الباري : ٢٥٤/١٣)

دلیل نمبر۶ :

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .

”جو ہمارے دین میں ایسا کام جاری کرے، جس کی اصل (کتاب وسنت و اجماع میں) نہ ہو، وہ باطل ہے۔“

(صحيح البخاري : ٢٦٩٧، صحيح مسلم : ١٧١٨/١٧)

جو عمل کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت نہ ہو، وہ بدعت ہے اور باطل ہے اور باطل حسنہ نہیں ہوسکتا۔

❁ **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:**

إِنَّ الْمُحَافَظَةَ عَلٰى عُمُومِ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، مُتَعَيِّنٌ، وَأَنَّهُ يَجِبُ الْعَمَلُ بِعُمُومِهٖ، وَأَنَّ مَنْ أَخَذَ يُصَنِّفُ الْبِدَعَ إِلٰى حُسْنٍ وَّقَبِيحٍ، وَيَجْعَلُ ذٰلِكَ ذَرِيعَةً إِلٰى أَنْ لَّا يُحْتَجَّ بِالْبِدْعَةِ عَلَى النَّهْيِ فَقَدْ أَخْطَأَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر بدعت گمراہی ہے۔“ اس پر عمل ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو اپنے عموم پر رکھا جائے۔ جو لوگ بدعت کو سئیہ وحسنہ میں تقسیم کرتے ہیں اور اس پہ استدلال کرتے ہیں کہ فلاں کام کی ممانعت دین میں نہیں، لہٰذا وہ بدعت حسنہ ہے، وہ لوگ واضح خطا پر ہیں۔“

(مجموع الفتاوٰی : ۳۷۰/۱۰۔ ۳۷۱)

دلیل نمبر ۷:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً .

''ہر بدعت گمراہی ہے، خواہ لوگ اسے ''حسنہ'' کا نام دیں۔''

(السّنة للمَروزيّ : ٢٤، المَدخَل إلى السّنن الكبرٰى للبيهقي : ١٩١، وسندهٗ صحيحٌ)

جلیل القدر صحابی ہر بدعت کو گمراہی قرار دے رہے ہیں اور صاف بتا رہے ہیں کہ کوئی بدعت حسنہ نہیں۔

دلیل نمبر ۸:

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ، فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ .

''بدعات سے بچو، کیونکہ بدعت گمراہی ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٤٦١١، حلية الأولياء لأبي نعيم : ٢٣٣/٨، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۴۶۰/۴، ۲۷۰/۳) نے اس قول کو امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر بدعت کو ضلالت قرار دے رہے ہیں، لہٰذا بدعت میں حسن وخوبی نہیں۔

دلیل نمبر ۹:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِيَّايَ وَالْبِدَعَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ .

”اللہ کے دین میں بدعات جاری کرنے سے بچیں۔“

(البِدَع والنّهي عنها لمحمّد بن وضّاح القرطبي : ٧٥، وسندهٗ صحيحٌ)

جلیل القدر صحابی مطلق طور پر بدعات سے منع کر رہے ہیں، لہٰذا ہر بدعت ممنوع اور بری ہے۔ اگر کچھ بدعات اچھی بھی ہوتیں، تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے کہ بری بدعات جاری کرنے سے بچو اور اچھی بدعات جاری کرتے رہو۔

دلیل نمبر ١٠:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ہر خطبہ میں فرماتے تھے:

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا .

”(دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور بدترین اعمال بدعات ہی ہیں۔“

(البِدَع والنّهي عنها للقرطبي : ٦١، المعجم الكبير للطّبراني : ١٠٠/١، وسندهٗ صحيحٌ)

جب ہر بدعت گمراہی ہے، تو گمراہی کو اچھا کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

دلیل نمبر ١١:

❀ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م : ٧٩٠ھ) لکھتے ہیں:

إِجْمَاعُ السَّلَفِ الصَّالِحِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مَنْ يَلِيهِمْ عَلٰى ذَمِّهَا كَذٰلِكَ، وَتَقْبِيحِهَا وَالْهُرُوبِ عَنْهَا وَعَمَّنِ اتَّسَمَ بِشَيْءٍ مِّنْهَا، وَلَمْ يَقَعْ فِي ذٰلِكَ مِنْهُمْ تَوَقُّفٌ وَّلَا مَثْنَوِيَّةٌ فَهُوَ بِحَسْبِ الْاِسْتِقْرَاءِ إِجْمَاعٌ ثَابِتٌ تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ لَّيْسَتْ بِحَقٍّ، بَلْ

هِيَ مِنَ الْبَاطِلِ.

''سلف صالحین صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کا بدعت اور بدعتی کی مذمت اور انہیں قبیح جانتے ہوئے ان سے دور رہنے پر اجماع ہے، سلف سے اس بارے میں توقف یا اس کی کسی صورت کا استثنا ثابت نہیں، ہماری تحقیق میں ہر بدعت کو باطل بلکہ ناحق کہنے پر اجماع ہے۔''

(الاعتصام : ۱۴۱/۱)

جن نصوص میں بدعات کی مذمت وارد ہوئی ہے، وہ عام ہیں، ان میں تخصیص اور تقسیم ثابت نہیں۔

دلیل نمبر۱۲:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَهْبَانِيَّةَنِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ (الحدید : ۲۷)

''نصاریٰ نے دین میں رہبانیت کی بدعت نکالی، ہم نے یہ کام ان کے لئے مشروع نہیں کیا تھا، مگر انہوں نے رضائے الٰہی کی چاہت میں ایسا کیا اور اس کی کماحقہ پابندی بھی نہیں کی۔''

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ دین میں اپنی طرف سے اضافہ بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے اس فعل قبیح پر مذمت فرمائی ہے۔

❀ عبدالرحمٰن بن عمر رستہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ

کی موجودگی میں اہل بدعت اور عبادت میں ان کی جہد کا ذکر ہوا، تو فرمایا:

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا مَا كَانَ عَلَى الْأَمْرِ وَالسُّنَّةِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ﴾(الحديد : ٢٧) فَلَمْ يُقْبَلْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ، وَوَبَّخَهُمْ عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: الْزَمِ الطَّرِيقَ وَالسُّنَّةَ.

''اللہ تعالیٰ صرف وہ عمل قبول کرے گا، جو توحید و سنت کے مطابق ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ﴾ (الحديد : ٢٧) ''انہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی، جو ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی۔'' اللہ نے ان کا یہ عمل قبول نہیں کیا، بلکہ اس پر انہیں جھاڑ پلائی۔ پھر امام صاحب نے فرمایا: توحید و سنت کو لازم پکڑیں۔''

(حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني : ٨/٩، وسندهٗ حسنٌ)

لغوی بدعت مذموم نہیں

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ فِي الشَّرْعِ، وَيُسَمّٰى فِي عُرْف الشَّرْعِ بِدْعَةً، وَمَا كَانَ لَهُ أَصْلٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ الشَّرْعُ؛ فَلَيْس بِبِدْعَةٍ، فَالْبِدْعَةُ فِي عُرْفِ الشَّرْعِ مَذْمُومَةٌ بِخِلَافِ اللُّغَةِ.

''جس کام کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو، شرعا اسے بدعت کہا جاتا ہے۔ جس کام کی اصل و دلیل موجود ہو، وہ بدعت نہیں۔ لہٰذا شریعت میں جسے بدعت کہا جاتا ہے، وہ مذموم ہے، لغوی معنی کے اعتبار سے بدعت مذموم نہیں۔''

(فتح الباري : ۲۵۳/۱۳)

✿ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (م: ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

«كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ، لَا يَخْرُجُ عَنْهُ شَيْءٌ، وَهُوَ أَصْلٌ عَظِيمٌ مِّنْ أُصُولِ الدِّينِ، وَهُوَ شَبِيهٌ بِقَوْلِهٖ : «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا مَا لَيْس مِنْهُ؛ فَهُوَ رَدٌّ»، فَكُلُّ مَنْ أَحْدَثَ شَيْئًا، وَنَسَبَهُ إِلَى الدِّينِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ أَصْلٌ مِّنَ الدِّينِ يَرْجِعُ إِلَيْهِ؛ فَهُوَ ضَلَالَةٌ، وَالدِّيْنُ بَرِيْءٌ مِّنْهُ، وَسَوَاءٌ فِي ذٰلِكَ مَسَائِلُ الْاعْتِقَادَاتِ، أَوِ الْأَعْمَالِ، أَوِ الْأَقْوَالِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ، وَأَمَّا مَا

وَقَعَ فِي كَلَامِ السَّلَفِ مِنِ اسْتِحْسَانِ بَعْضِ الْبِدَعِ، فَإِنَّمَا ذٰلِكَ فِي الْبِدَعِ اللُّغَوِيَّةِ، لَا الشَّرْعِيَّةِ .

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' یہ فرمان جامع کلمات میں سے ہے، کوئی عمل اس کے حکم سے خارج نہیں۔ یہ حدیث دین کا ایک عظیم قاعدہ ہے اور اس فرمان نبوی ﷺ کے مشابہہ ہے: ''جو شخص ہمارے دین میں ایسا کام جاری کرے، جس کی اصل اس (کتاب وسنت اور اجماع) میں نہ ہو، وہ باطل ہے۔'' چنانچہ کسی کام کو دین کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور اس کی بنیاد دین کے کسی اصول پر نہیں ہوتی تو وہ کام گمراہی کہلائے گا، دین اس سے بری ہے۔ خواہ اس کا تعلق اعتقادی مسائل سے ہو یا ظاہری و باطنی اقوال واعمال سے۔ بعض سلف کے کلام میں بعض بدعات کی تحسین وارد ہوئی ہے، یہ تحسین لغوی بدعات کی ہے، شرعی بدعات کی نہیں۔''

(جامع العلوم والحِکَم، ص ۱۹۳)

معلوم ہوا کہ ہر بدعت مذمومہ ہے، خواہ اس کا تعلق عقیدے سے ہو، یا اعمال سے، لہٰذا یہ کہنا بالکل غلط ہے:

''ثابت ہوا کہ بدعت عقیدے کو فرمایا گیا۔'' (جاء الحق، ص ۲۰۵)

کیونکہ جن نصوص میں بدعات کی مذمت وارد ہوئی ہے، وہ عام ہیں۔ ان میں تخصیص اور تقسیم ثابت نہیں۔

عہد صحابہ کے بعد کوئی بدعت ''حسنہ'' نہیں:

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (م: ۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ مَا أُحْدِثَ بَعْدَ عَهْدِ الصَّحَابَةِ لَا يَكُونُ حَسَنًا .

''عہد صحابہ کے بعد جاری ہونے والی کوئی بدعت ''حسنہ'' نہیں ہو سکتی۔''

(التّنبیه علی مُشکلات الهِدایة : ٤٩٣/٨)

ثابت ہوا کہ عمل صحابہ بدعت نہیں ہوتا، جس کسی نے بدعت کہا ہے، تو اس کی مراد بدعت لغوی ہے، نہ کہ شرعی۔

بدعت کی تقسیم پر شبہات کا جائزہ

بعض حضرات نے اس سلسلے میں کچھ نئی جہات کی طرف عنان توجہ مبذول کروائی ہے، یہ لوگ بدعات کو سئیہ اور حسنہ میں تقسیم کرتے ہیں اور اس پر انہوں نے دلائل بھی دیئے ہیں، ذیل کی سطور میں انہی دلائل پر بحث کی گئی ہے، ملاحظہ ہو:

شبہ نمبرا:

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ.

''(ہمارے زمانے میں) اس کی تجدید نو کیا خوب ہے!''

(صحیح البخاري : ٢٠١٠)

اسے بدعت کی تقسیم پر دلیل نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تراویح کی جماعت کرائی ہے، پھر خدشہ کے پیش نظر ترک کر دی، جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں دوبارہ نمازِ تراویح با جماعت ادا ہوتے دیکھی، تو اس کی تحسین فرمائی، کیوں کہ اس کی اصل عہد نبوی میں موجود تھی، لہٰذا اس سے مراد حقیقی بدعت نہیں، بلکہ لغوی بدعت ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (م: ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ فِيمَا صَنَعَ خِلَافُ مَا مَضٰى مِنْ كِتَابٍ أَوْ سُنَّةٍ أَوْ إِجْمَاعٍ،

فَلَمْ يَكُنْ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ، بَلْ كَانَ إِحْدَاثَ خَيْرٍ، لَهٗ أَصْلٌ فِي السُّنَّةِ.

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف نہیں تھا، لہٰذا یہ گمراہی والی بدعت نہیں، بلکہ یہ ایسی بھلائی کا احیا تھا، جس کی اصل سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھی۔'' (السّنن الصّغير : ٨١٧)

❀ **علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (م: ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:**

«كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» مِنْ جَوَامِعِ الْكَلِمِ، لَا يَخْرُجُ عَنْهُ شَيْءٌ، وَهُوَ أَصْلٌ عَظِيمٌ مِّنْ أُصُولِ الدِّينِ، وَهُوَ شَبِيهٌ بِقَوْلِهٖ : «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ؛ فَهُوَ رَدٌّ»، فَكُلُّ مَنْ أَحْدَثَ شَيْئًا، وَنَسَبَهٗ إِلَى الدِّينِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ أَصْلٌ مِّنَ الدِّينِ يَرْجِعُ إِلَيْهِ؛ فَهُوَ ضَلَالَةٌ، وَالدِّيْنُ بَرِيْءٌ مِّنْهُ، وَسَوَاءٌ فِي ذٰلِكَ مَسَائِلُ الْاِعْتِقَادَاتِ، أَوِ الْأَعْمَالِ، أَوِ الْأَقْوَالِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ، وَأَمَّا مَا وَقَعَ فِي كَلَامِ السَّلَفِ مِنِ اسْتِحْسَانِ بَعْضِ الْبِدَعِ، فَإِنَّمَا ذٰلِكَ فِي الْبِدَعِ اللُّغَوِيَّةِ، لَا الشَّرْعِيَّةِ، فَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا جَمَعَ النَّاسَ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ عَلٰى إِمَامٍ وَّاحِدٍ فِي الْمَسْجِدِ، وَخَرَجَ وَرَآهُمْ يُصَلُّونَ كَذٰلِكَ، فَقَالَ : نِعْمَتُ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' یہ فرمان جامع کلمات میں سے ہے، کوئی عمل اس کے حکم سے خارج نہیں۔ یہ حدیث دین کا ایک عظیم قاعدہ ہے اور اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ ہے: ''جو شخص ہمارے دین میں

ایسا کام جاری کرے، جس کی اصل اس (کتاب وسنت اور اجماع) میں نہ ہو، وہ باطل ہے۔'' چنانچہ کسی کام کو دین کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اور اس کی بنیاد دین کے کسی اصول پر نہیں ہوتی، تو وہ کام گمراہی کہلائے گا، دین اس سے بری ہے۔ خواہ اس کا تعلق اعتقادی مسائل سے ہو یا ظاہری و باطنی اقوال و اعمال سے۔ بعض سلف کے کلام میں بعض بدعات کی تحسین وارد ہوئی ہے، یہ تحسین لغوی بدعات کی ہے، شرعی بدعات کی نہیں۔ لغوی طور پر کسی کام کو بدعت کہنے کی ایک مثال سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے، انہوں نے رمضان المبارک میں مسجد کے اندر لوگوں کو جمع کر کے ان کے لیے ایک امام منتخب کیا، پھر ایک دن آپ رضی اللہ عنہ تشریف لائے، دیکھا کہ صحابہ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، تو فرمایا: یہ تجدید نو کیا خوب ہے!''

(جامع العلوم والحِكَم : ۱۲۸/۲)

شبہ نمبر۲:

✿ ابو مالک سعد بن طارق بن اشیم کہتے ہیں، میں نے اپنے والد سے کہا: ابا جان! آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے، نیز کوفہ میں علی رضی اللہ عنہ کو پانچ سال تک دیکھا، کیا وہ نمازِ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ فرمایا:

أَيْ بُنَيَّ، مُحْدَثٌ. ''بیٹا! یہ (دوام) نیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ۴۷۲/۳، سنن النّسائي : ۱۰۸۱، سنن التّرمذي : ۴۰۲۔۴۰۳، سنن ابن ماجه : ۱۲۴۱، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

یہ بالکل وہی بات ہے، جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے حوالے سے کہی تھی، یہاں بھی لغوی بدعت مراد ہے نہ کہ شرعی، مطلب یہ ہے کہ اصل تو اس کی ثابت ہے، مگر دوام کے ساتھ اب ہونے لگی ہے، جیسا کہ سماوی وارضی آفت و پریشانی پر نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا ثابت ہے۔ دیکھیں صحیح بخاری (۱۰۰۲)، صحیح مسلم (۶۷۷)، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نماز فجر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (شرح معاني الآثار : ۲۵۰/۱، وسندهٗ صحيحٌ)، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (شرح معاني الآثار : ۲۵۱/۱، وسندهٗ صحيحٌ) اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (شرح معاني الآثار : ۲۵۲/۱، وسندهٗ صحيحٌ) سے قنوت پڑھنا ثابت ہے، یہ بھی یاد رہے کہ نہ تو سیدنا طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ فجر میں قنوت نازلہ کی نفی کر رہے ہیں اور نہ ہی ابو مالک اشجعی رحمہ اللہ کا سوال مطلق نفی کے لئے ہے، بلکہ ان کے مدنظر وہی دوام واستمرار تھا، جس کا انہوں نے مشاہدہ کیا اور اس بابت سوال اٹھا دیا کہ کیا اس دوام سے عہد نبوی میں بھی کبھی پڑھی گئی؟

شبہ نمبر۳:

❀ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهٗ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.

”جس نے اسلام میں اچھا کام جاری کیا اور لوگوں نے اسے دیکھ کر عمل شروع

کر دیا، تو اسے بھی اتنا ہی اجر ملے گا، جتنا عمل کرنے والوں کو ملے گا، ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور جس نے اسلام میں کوئی برا کام جاری کیا اور لوگوں نے اسے اپنا لیا، تو اسے بھی گناہ سے اتنا حصہ ملے گا، جو گناہ کرنے والوں کو ملے گا، ان کے گناہ میں بھی کمی واقع نہیں ہوگی۔‘‘

(صحیح مسلم : ۳۴۱/۲، ح : ۱۰۱۷)

بدعت کی تقسیم پر اسے دلیل بنانا قطعاً درست نہیں، حدیث کا سبب ورود اس کی نفی کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ دیہاتی حاضر ہوئے، یہ دیہاتی اونی کپڑوں میں ملبوس تھے، آپ نے ان کی بدحالی اور ضرورت دیکھ کر ان پر صدقہ کرنے کو کہا، لوگوں نے کچھ دیر کی، آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے، اسی اثنا میں ایک انصاری درہموں کی تھیلی لے کر آیا، دیکھا دیکھی دوسرا بھی لے آیا، اس طرح تانتا بندھ گیا، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہونے لگے، تب رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا......

اس حدیث سے بدعات کا چور دروازہ مکمل طور پر بند ہو گیا، کیونکہ صدقہ کرنا قرآن وحدیث میں مشروع اور جائز ہے، جس سے لوگ پیچھے تھے، جب ایک صحابی نے صدقہ کرنے میں پہل کی، تو وہ دوسروں کے لیے اس کارِ خیر میں بہترین نمونہ بنے، ان کے اس اقدام سے دیگر صحابہ میں رغبت بڑھی، تو نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا، معلوم ہوا کہ یہاں سنت حسنہ سے مراد شرعی احکام و مسائل ہیں، ایسا شرعی حکم جس سے لوگ ناواقف ہیں یا وہ متروک ہو گیا ہے، اسے جاری کرنا قابل تحسین ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان الفاظ سے مروی ہے:

مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى، كَانَ لَهٗ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهٗ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا .

”جو ہدایت کی دعوت دے، اس کے لیے اس کی پیروی کرنے والوں کی مانند اجر وثواب ہوگا، ان کے اجر وثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی اور جو گمراہی وضلالت کی طرف بلائے، اس کے لیے اس کی پیروی میں گناہ کرنے والوں کی مانند گناہ ہوگا، ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔“

(صحيح مسلم : ٢٦٧٤)

یہاں ہدایت سے مراد وہ کارِ خیر ہے، جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے، کیونکہ قرآن وحدیث میں ہدایت سے مراد قرآن وسنت لیا گیا ہے، نیز اس حدیث سے بدعت کی مذمت تو ثابت ہوتی ہے، جواز نہیں۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (م:۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

مَا يُسْتَدَلُّ بِهٖ مِنْ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : مَنْ سَنَّ سُنَّةَ خَيْرٍ ...... عَلٰى أَنَّ الْبِدَعَ مِنْهَا حَسَنٌ، وَمِنْهَا قَبِيحٌ، وَذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَاةَ التَّرَاوِيحِ : نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ، فَغَيْرُ مُسَلَّمٍ، بَلْ عُمُومُ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، لَا يَخُصُّ مِنْهَا شَيْءٌ؛ لِأَنَّ الْمُرَادَ الْمُبْدَعَةُ الشَّرْعِيَّةُ لَا اللُّغَوِيَّةُ، أَيْ

كُلَّ بِدْعَةٍ لَّمْ تُشَرَّعْ فِي الدِّينِ فَهِيَ ضَلَالَةٌ وَصَلَاةُ التَّرَاوِيحِ لَيْسَتْ بِبِدْعَةٍ شَرْعِيَّةٍ، وَإِنْ كَانَتْ بِدْعَةً لُّغْوِيَّةً لِّكَوْنِهَا حَدَثَتْ بَعْدَ الرَّسُولِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ؛ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيَّنَ الْعُذْرَ فِي تَرْكِ الْمُوَاظَبَةِ عَلَيْهَا، وَهُوَ خَشْيَةُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْنَا، وَهٰذَا بَعْدَهٗ مَأْمُونٌ مَعَ أَنَّهٗ لَوْ لَمْ يُبَيِّنِ الْعُذْرَ فِي تَرْكِ الْمُوَاظَبَةِ لَكَانَ مِمَّا سَنَّهُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ، وَقَدْ أُمِرْنَا بِاتِّبَاعِهِمْ فِيمَا سَنُّوْهُ لَنَا .

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا :''جس نے اچھی سنت جاری کی......'' اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ بعض بدعات حسنہ ہوتی ہیں، بعض قبیحہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان'': نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ ''یہ تجدید نو کیا خوب ہے!'' سے بھی یہی دلیل لی جاتی ہے، حالاں کہ یہ استدلال درست نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' آپ ﷺ کا یہ فرمان عام ہے، اس سے کچھ مستثنیٰ نہیں، مطلب یہ ہے کہ دین میں ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس فرمان نبوی میں بدعت شرعیہ کی مذمت ہے، نہ کہ لغویہ کی، نماز تراویح بدعت شرعیہ نہیں ہے، بدعت لغویہ ہے، کیوں کہ اس کی مواظبت کے ساتھ باجماعت ادائیگی عہد نبوی کے بعد جاری ہوئی، نبی کریم ﷺ نے مواظبت کے ساتھ باجماعت نماز تراویح ترک کرنے کی وجہ بتا دی تھی، وہ یہ کہ اگر اسی طرح چلتا رہتا، تو ممکن تھا کہ تراویح فرض ہو جاتی، بعد میں یہ خدشہ ختم ہو گیا، اگر نبی ﷺ

وجہ نہ بتاتے، تب بھی یہ خلفائے راشدین کی سنت قرار پاتی اور ہمیں ان کے اتباع کا حکم ہے۔'' (التّنبيه على مُشكلات الهِداية : ١/٥٤٩ـ ٥٥١)

شبہ نمبر ۴:

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب نے لکھا ہے:

''بخاری (۴۹۸۶) میں ہے کہ حضرت صدیق نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کو قرآنِ پاک جمع کرنے کا حکم دیا، تو انہوں نے عرض کیا کہ كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَّمْ يَصْنَعْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : هُوَ خَيْرٌ ''آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں، جو حضور علیہ السلام نے نہ کیا، صدیق نے فرمایا کہ یہ کام اچھا ہے۔'' حضرت زید بن ثابت نے بارگاہِ صدیقی رضی اللہ عنہما میں یہ ہی عرض کیا کہ قرآن کا جمع کرنا بدعت ہے، آپ بدعت کیوں ایجاد کر رہے ہیں؟ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بدعت تو ہے، مگر حسنہ ہے، یعنی اچھی ہے، جس سے پتہ لگا کہ فعل صحابہ کرام بدعت حسنہ ہے۔'' (جاء الحق : ۱/ ۲۲۷)

اس حدیث میں بدعت کے حسنہ اور سیئہ ہونے کے الفاظ تو کجا، اشارہ بھی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جمعِ قرآن تو خلفائے راشدین کی سنت ہے، بدعت تو ہے ہی نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ .

''میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم پکڑیں۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٢٦/٤ـ١٢٧، سنن أبي داوٗد : ٤٦٠٧، سنن التّرمذي : ٢٦٧٦،

وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵)، حافظ ضیا مقدسی رحمہ اللہ (اتّباع السّنة واجتناب البدع : ۲) **نے ''صحیح'' حافظ بزار رحمہ اللہ** (جامع بیان العلم و فضله لابن عبد البر : ۲۳۰٦) **نے ''ثابت صحیح'' اور حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ** (جامع بیان العلم و فضله : ۲۳۰٦) **نے ''ثابت'' کہا ہے۔**

امام حاکم رحمہ اللہ (۹۵/۱) فرماتے ہیں:

صَحِيْحٌ، لَيْسَ لَهٗ عِلَّةٌ . **''یہ حدیث صحیح ہے، اس میں کوئی علت نہیں۔''**

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ **حافظ ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هٰذَا حَدِيثٌ جَيِّدٌ مِّنْ صَحِيحِ حَدِيثِ الشَّامِيِّينَ .

''یہ شامیوں کی صحیح مرویات میں سے جید حدیث ہے۔''

(المسند المستخرج علٰی صحیح الإمام مسلم : ۳٦/۱)

حافظ بغوی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔ (شرح السّنة : ۱۰۲)

❀ **حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:**

صَحَّحَهُ أَيْضًا الْحَافِظُ أَبُوْ نُعَيْمٍ الْأَصْفَهَانِيُّ وَالدَّغُوْلِيُّ، وَقَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ الْأَنْصَارِيُّ : هُوَ أَجْوَدُ حَدِيْثٍ فِي أَهْلِ الشَّامِ وَأَحْسَنُهٗ .

''اسے ابونعیم اصفہانی اور حافظ دغولی رحمہما اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ الاسلام انصاری رحمہ اللہ کہتے ہیں : شامیوں کی مرویات میں سے یہ حدیث جید اور عمدہ ترین ہے۔'' (تحفة الطّالب بمعرفة أحاديث مختصر ابن الحاجب : ۳٦)

قرآن کو جمع کرنا اس لیے بھی بدعت نہیں کہ اس کی اصل عہد نبوی میں موجود تھی اور اس پر صحابہ کا اجماع بھی ہے، جو کہ شرعی دلیل ہے۔

صحابہ کرام کا اجماعی عمل جو شرعی دلیل سے بھی ثابت ہو، اسے بدعات کے دفاع میں پیش کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔

کیا آج جن کاموں کو بدعت حسنہ کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے زمانے میں موجود تھے؟ قطعاً نہیں، بلکہ برسرعام یہ اقرار کیا جاتا ہے کہ فلاں کام کا آغاز چوتھی صدی ہجری میں ہوا، لیکن پھر بھی اسے بدعت حسنہ قرار دینے پر پورا زور صرف کیا جاتا ہے۔

شبہ نمبر ۵:

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّءٌ ......

"جسے مسلمان اچھا خیال کریں، وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا خیال کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہے......"

(مسند الإمام أحمد: ٣٧٩/١، المستدرك للحاكم: ٧٨/٣، ح: ٤٤٦٥، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے "صحیح الاسناد" اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے "صحیح" کہا ہے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ (المقاصد الحسنة: ٩٥٩) اور علامہ محمد طاہر پٹنی (تذکرة الموضوعات، ص ٩١) نے اسے "حسن" کہا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تحفة الطّالب : ٣٣٤) نے اس کی سند کو ''جید'' اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الدراية : ١٨٧/٢) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ . ''اس کے تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔''

(مجمع الزّوائد ومنبع الفوائد : ١٧٨/١)

یہاں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد مسلمانوں کا اجماع ہے اور اجماع فی نفسہ حجت ہے، لہٰذا اس سے بدعت کا جواز نہیں نکلتا۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (م : ٧٩٢ھ) لکھتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّهٗ مِنْ كَلَامِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، وَلَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ مَا رَآهُ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَإِنَّمَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ مَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ كُلُّهُمْ حَسَنًا؛ لِأَنَّ الْأَلِفَ وَاللَّامَ لِلْعُمُومِ بِمَنْزِلَةِ كُلٍّ، وَهٰذَا يَكُونُ إِجْمَاعًا وَّلَا كَلَامَ فِيهِ .

''اصل میں یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام ہے، یہ اس بات پر دلیل نہیں کہ جس عمل کو بعض مسلمان اچھا کہیں، وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہی ہو، اس سے مراد یہ ہے کہ جس عمل کو تمام کے تمام مسلمان اچھا کہیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے، اس قول میں الف لام عموم کے لئے ہے، جس میں تمام مسلمان شامل ہیں اور یہ اجماع ہے، اس بارے میں کلام کی گنجائش ہی نہیں۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : ٤٩٩/١)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا صحیح مطلب و معنی سمجھنے کے لیے آپ کا ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے:

❁ **عمرو بن سلمہ ہمدانی، تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

كُنَّا نَجْلِسُ عَلٰى بَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، فَإِذَا خَرَجَ، مَشَيْنَا مَعَهٗ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَجَاءَ نَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَخَرَجَ إِلَيْكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قُلْنَا: لَا، بَعْدُ، فَجَلَسَ مَعَنَا حَتّٰى خَرَجَ، فَلَمَّا خَرَجَ؛ قُمْنَا إِلَيْهِ جَمِيعًا، فَقَالَ لَهٗ أَبُو مُوسٰى: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، إِنِّي رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ آنِفًا أَمْرًا أَنْكَرْتُهٗ، وَلَمْ أَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ إِلَّا خَيْرًا، قَالَ: فَمَا هُوَ؟ فَقَالَ: إِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ، قَالَ: رَأَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ قَوْمًا حِلَقًا جُلُوسًا يَّنْتَظِرُونَ الصَّلَاةَ، فِي كُلِّ حَلْقَةٍ رَّجُلٌ، وَفِي أَيْدِيهِمْ حَصًا، فَيَقُولُ: كَبِّرُوا مِائَةً، فَيُكَبِّرُونَ مِائَةً، فَيَقُولُ: هَلِّلُوا مِائَةً، فَيُهَلِّلُونَ مِائَةً، وَيَقُولُ: سَبِّحُوا مِائَةً، فَيُسَبِّحُونَ مِائَةً، قَالَ: فَمَاذَا قُلْتَ لَهُمْ؟ قَالَ: مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئًا انْتِظَارَ رَأْيِكَ، أَوِ انْتِظَارَ أَمْرِكَ، قَالَ: أَفَلَا أَمَرْتَهُمْ أَنْ يَّعُدُّوا سَيِّئَاتِهِمْ، وَضَمِنْتَ لَهُمْ أَنْ لَّا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ، ثُمَّ مَضٰى وَمَضَيْنَا مَعَهٗ حَتّٰى أَتٰى حَلْقَةً مِّنْ تِلْكَ الْحِلَقِ، فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: مَا هٰذَا الَّذِي أَرَاكُمْ تَصْنَعُونَ؟ قَالُوا: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَصًا نَعُدُّ بِهِ

التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ وَالتَّسْبِيحَ، قَالَ : فَعُدُّوا سَيِّئَاتِكُمْ، فَأَنَا ضَامِنٌ أَنْ لَّا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْءٌ، وَيْحَكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، مَا أَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ، هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُّتَوَافِرُونَ، وَهٰذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلَ، وَآنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، إِنَّكُمْ لَعَلٰى مِلَّةٍ هِيَ أَهْدٰى مِنْ مِّلَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُفْتَتِحُو بَابِ ضَلَالَةٍ، قَالُوا : وَاللّٰهِ، يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَا أَرَدْنَا إِلَّا الْخَيْرَ، قَالَ : وَكَمْ مِّنْ مُّرِيدٍ لِّلْخَيْرِ لَنْ يُّصِيبَهُ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَنَّ قَوْمًا يَّقْرَءُ ونَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، وَأَيْمُ اللّٰهِ، مَا أَدْرِي لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ، ثُمَّ تَوَلّٰى عَنْهُمْ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ : رَأَيْنَا عَامَّةَ أُولٰئِكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُونَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ .

”ہم صبح کی نماز سے پہلے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ گھر سے نکلیں اور ہم آپ کے ساتھ مسجد جائیں۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا : ابوعبدالرحمٰن، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر سے نکل آئے ہیں؟ عرض کیا : ابھی تو نہیں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے، تو ہم ان کی طرف لپکے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : ابوعبدالرحمٰن! میں نے ابھی مسجد میں بہت عجیب کام دیکھا ہے، الحمد للہ! وہ خیر کا کام ہی لگتا

ہے، پوچھا! وہ کونسا کام ہے؟ عرض کیا: زندگی رہی تو آپ بھی دیکھ لیں گے۔ میں نے مسجد میں لوگوں کے کئی حلقے دیکھے، وہ لوگ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ ہر حلقے میں ایک آدمی ہے، جو کہتا ہے کہ سو دفعہ اللہ اکبر کہو، لوگوں کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں، وہ سو دفعہ اللہ اکبر کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ سو دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہو، لوگ سو دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ سو دفعہ سبحان اللہ کہو، وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: آپ نے ان سے کیا کہا؟ عرض کیا: میں نے تو کچھ نہیں کہا، آپ کی رائے اور فیصلے کا انتظار تھا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ان سے کہہ دیتے کہ وہ (تسبیحات نہیں، بلکہ) اپنی برائیاں شمار کریں اور میں ضامن ہوں کہ ان کی نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ پھر آپ ہمارے ساتھ نکلے اور ایک حلقے کے پاس پہنچ گئے، وہاں رُک کر فرمایا: یہ کیا دیکھ رہا ہوں میں؟ کہنے لگے: ابوعبدالرحمٰن! ہم کنکریوں کے ساتھ اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ شمار کر رہے ہیں۔ فرمایا: اپنے گناہ شمار کریں! میں ضامن ہوں کہ آپ کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔ مزید فرمایا: آہ، اے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کتنی جلدی آپ پر ہلاکت آ گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ابھی کثیر تعداد میں موجود ہیں، آپ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے، آپ کے برتن ابھی ٹوٹے نہیں۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یا تو آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے بہتر طریقے پر ہو یا پھر گمراہی کے دروازے کھول رہے ہو۔ وہ کہنے لگے: ابوعبدالرحمٰن! واللہ، ہم تو نیکی کے ارادے سے ایسا کر رہے تھے۔ فرمایا: کتنے ہی نیکی کے طلب گار ہیں،

جو نیکی کو نہیں پا سکتے۔ رسولِ کریم ﷺ نے ہمیں بتایا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ اللہ کی قسم! لگتا ہے کہ ان میں اکثریت تمہاری ہو گی، اتنا کہہ کر آپ واپس آ گئے۔ عمرو بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر لوگ جنگ نہروان کے دن خوارج کے ساتھ مل کر ہم پر تیر برسا رہے تھے۔''

(سنن الدّارمي : ٦٠/١ـ٦١، اتّحاف المَهرة لابن حجر : ٣٩٩/١٠ـ ٤٠٠، وسندهٗ حسنٌ)

اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

① حکم بن مبارک کو امام احمد بن حنبل (الأنساب للسّمعاني : ١٧/٥)، امام ابن مندہ (تهذيب التّهذيب لابن حجر : ٤٣٨/٢)، امام ابن حبان (الثّقات : ١٩٥/٨) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (الكاشف : ١٨٣/١) نے ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔

جمہور کی توثیق کے مقابلے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ کی جرح خطا پر مبنی ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرّجال : ١٨٥/١، ترجمة أحمد بن عبدالرحمٰن الوهبي)

② عمرو بن یحییٰ ''ثقہ'' ہیں۔ (تقريب التّهذيب لابن حجر: ٥١٣٧)

③ یحییٰ بن عمرو بن سلمہ کو امام عجلی رحمہ اللہ (١٨١٩) نے ثقہ کہا ہے۔ امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہ اللہ (المعرفة والتّاريخ : ١٠٤/٣) نے لَا بَأْسَ بِهٖ کہا ہے۔ امام شعبہ رحمہ اللہ، جو کہ غالبًا ثقہ سے روایت لیتے ہیں، نے ان سے روایت لی ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : ١٧٩/٩)

④ عمرو بن سلمہ ہمدانی بھی ''ثقہ'' ہیں۔ (تقريب التّهذيب لابن حجر : ٥٠٤١)

❁ ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كَانَ عَمْرُو بْنُ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ السُّلَمِيُّ وَمُعَضَّدٌ فِي أُنَاسٍ مِنْ

أَصْحَابِهِمَا اتَّخَذُوا مَسْجِدًا يُسَبِّحُونَ فِيهِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ كَذَا، وَيُهَلِّلُونَ كَذَا وَيَحْمَدُونَ كَذَا، فَأُخْبِرَ بِذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ، فَقَالَ لِلَّذِي أَخْبَرَهُ : إِذَا جَلَسُوا فَآذِنِّي، فَلَمَّا جَلَسُوا آذَنَهُ فَجَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بُرْنُسٌ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَكَشَفَ الْبُرْنُسَ عَنْ رَأْسِهِ، ثُمَّ قَالَ : أَنَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ، وَاللّٰهِ لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ، أَوْ قَدْ فَضَلْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا، فَقَالَ مُعَضَّدٌ، وَكَانَ رَجُلًا مُفَوَّهًا : وَاللّٰهِ مَا جِئْنَا بِبِدْعَةٍ ظَلْمَاءَ وَلَا فَضَلْنَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : لَئِنِ اتَّبَعْتُمُ الْقَوْمَ لَقَدْ سَبَقُوكُمْ سَبْقًا مُبِينًا، وَلَئِنْ جُرْتُمْ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا .

’’عمرو بن عبد اللہ بن فرقد سلمی اور معضد نے مسجد بنائی، وہ نماز مغرب اور عشا کے درمیان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اللہ اکبر اور الحمد للہ کا ورد کرتے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی، تو خبر دینے والے سے فرمایا کہ یہ لوگ جس وقت دوبارہ بیٹھیں، مجھے اطلاع دیجئے گا، جب مخبر نے اطلاع کی، تو آپ وہاں گئے۔ اس وقت آپ نے سر پر ٹوپی اوڑھ رکھی تھی وہ ٹوپی اتاری اور فرمانے لگے میں ام عبد کا بیٹا ہوں، اللہ کی قسم! تم لوگوں نے ایک سیاہ بدعت جاری کی ہے یا علم وفضل میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ گئے ہو، تو معضد نامی منہ پھٹ بولا: اللہ کی قسم! نہ تو ہم بدعت کے مرتکب ہیں اور نہ ہی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم

والے، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، اگر پہلوں کی اتباع کرتے رہو گے، تو وہ واضح ہدایت پر تھے اور اگر دائیں بائیں جانے لگے، تو کھلی گمراہی تمہارا مقدر ہے۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : ١٢٦/٩، ح : ٨٦٣٣، وسندهٗ حسنٌ)

❀ مسیّب بن نجبہ رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

إِنِّي تَرَكْتُ قَوْمًا بِالْمَسْجِدِ يَقُولُونَ : مَنْ سَبَّحَ كَذَا وَكَذَا فَلَهٗ كَذَا وَكَذَا، قَالَ : قُمْ يَا عَلْقَمَةُ فَلَمَّا رَآهُمْ، قَالَ : يَا عَلْقَمَةُ اشْغَلْ عَنِّي أَبْصَارَ الْقَوْمِ، فَلَمَّا سَمِعَهُمْ وَمَا يَقُولُونَ، قَالَ : إِنَّكُمْ لَمُتَمَسِّكُونَ بِذَنَبِ ضَلَالَةٍ، أَوَ إِنَّكُمْ لَأَهْدٰى مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں نے مسجد میں چند لوگوں کا حلقہ دیکھا، وہ کہہ رہے تھے کہ جس نے اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہا اس کے لئے اتنا اجر ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: علقمہ اٹھئے، میرے ساتھ چلئے، جب آپ نے ان کا حلقہ دیکھا، تو علقمہ سے کہا، ان کا دھیان دوسری طرف کریں، جب آپ نے ان کا ذکر سن لیا، تو فرمایا: یا تو تم گمراہی اور گناہ کے مرتکب ہو یا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہدایت والے۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : ١٢٥/٩، ح : ٨٦٢٨، حسنٌ)

❀ اس سے ملتے جلتے ایک اور واقعہ کے بعد آپ نے فرمایا:

إِنَّكُمْ لَأَهْدٰى مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَصْحَابِهٖ، إِنَّكُمْ لَمُتَمَسِّكُونَ بِطَرَفِ ضَلَالَةٍ .

''یا تو تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا گمراہی کا

راستہ چن چکے ہو۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : ١٢٨/٩، ح : ٨٦٣٩، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **علامہ ابن دقیق العید (م:۷۰۲ھ) لکھتے ہیں:**

هٰذَا ابْنُ مَسْعُودٍ أَنْكَرَ هٰذَا الْفِعْلَ، مَعَ إِمْكَانِ إِدْرَاجِهٖ تَحْتَ عُمُومِ فَضِيلَةِ الذِّكْرِ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خاص ہیئت اور کیفیت کے ساتھ اس فعل پر نکیر کی ہے، حالانکہ ذکر کے عمومی دلائل کے تحت اس کا ادراج ممکن تھا۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : ٢٠٢/١)

جب ذکر جیسے مشروع کام کی ہیئت، طریقہ، رنگ ڈھنگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نہ صرف بدعت قرار دیا، بلکہ امت کی تباہی و بربادی کا سبب قرار دیا، تو ان کے مذکورہ قول سے صدیوں بعد جنم لینے والی بدعات کو سہارا کیسے دیا جا سکتا ہے؟

منصف مزاج لوگ خود فیصلہ فرما لیں کہ کیا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ سے آج کی بدعات کا سختی سے ردّ نہیں ہو جاتا؟

شبہ نمبر ٦:

❁ **احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں:**

''جو حضرات ہر بدعت یعنی نئے کام کو حرام جانتے ہیں، وہ اس قاعدہ کلیہ کے کیا معنی کریں گے کہ الْأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ **''تمام چیزوں کی اصل یہ**

ہے کہ وہ مباح ہیں۔'' یعنی ہر چیز مباح اور حلال ہے، ہاں اگر کسی چیز کو شریعت منع کر دے، تو وہ حرام یا منع ہے، یعنی ممانعت سے حرمت ثابت ہو گی نہ کہ نئے ہونے سے۔'' (جاء الحق: ۲۲۹/۱)

دین میں ہر نیا کام بدعت ہے، جن دلائل میں بدعت کی مذمت وارد ہوئی ہے، وہ عام ہیں، لہٰذا ہر بدعت ممنوع اور حرام ہے، جہاں تک اس قاعدہ کلیہ کا تعلق ہے، تو یہ دنیاوی معاملاتِ زندگی کی حلت وحرمت کے متعلق ہے، نہ کہ شرعی احکام واعمال اور عبادات کے متعلق۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (م: ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَا يُعْبَدُ إِلَّا بِمَا شَرَعَهٗ عَلٰى أَلْسِنَةِ رُسُلِهٖ، فَإِنَّ الْعِبَادَةَ حَقُّهٗ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَحَقُّهُ الَّذِي أَحَقَّهٗ هُوَ وَرَضِيَ بِهٖ وَشَرَعَهٗ، وَأَمَّا الْعُقُودُ وَالشُّرُوطُ وَالْمُعَامَلَاتُ فَهِيَ عَفُوٌّ حَتّٰى يُحَرِّمَهَا .

''اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی طریقے سے معتبر ہو گی، جو اس نے اپنے انبیا علیہم السلام کی زبانی بیان کر دیا ہے، کیونکہ عبادت بندوں کے ذمہ اللہ کا حق ہے اور اس کا حق (ادا کرنے کا طریقہ) وہی ہے، جو اس نے خود پسند اور مقرر کیا ہے، البتہ شروط ومعاملات کو جب تک اللہ حرام قرار نہ دے، جائز ہوتے ہیں۔''

(إعلام الموقعين : ٣٤٤/١)

اگر دین کے ہر معاملے میں اصل اباحت کا قاعدہ وکلیہ تسلیم کر لیا جائے، تو ارباب بدعت بھی بہت سے امور کو بدعت کہیں گے، جیسا کہ

① اگر کوئی پانچ فرض نمازوں کی بجائے چھ یا سات فرض نمازیں بنا لے اور اسے

بدعت حسنہ قرار دے، تو کیا نیک عمل ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت ہوگی؟

④ نمازِ جنازہ اور عیدین سے پہلے اذان شروع کر دے اور اسے بدعت حسنہ کا درجہ دے، تو کیا اس کا یہ عمل کارِثواب ہوگا؟

⑤ بدعت حسنہ کہہ کر عید الفطر کے دن بھی قربانی شروع کر دے، تو کیا اس کا یہ عمل بھی بدعت حسنہ کہہ کر دین میں شامل کر لیا جائے گا؟

اعمال اور بدعتِ حسنہ

بدعت کا دائرہ کار کیا ہے، یہ اسلام کے ہر قسم کے معاملات میں درانہ گھس جاتی ہیں یا صرف عقائد میں؟ یہ ایک نئی بحث ہے، جس کا وجود سلف میں نہیں ملتا، ان کے نزدیک بدعت ایک مطلق چیز ہے، وہ اعمال میں بھی ہوسکتی ہے، عقائد میں بھی، لیکن ہمارے اس دور میں یہ بحث شروع ہو چکی ہے، مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ؛ فَهُوَ رَدٌّ.

''جو شخص ہمارے اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو کہ دین کے خلاف ہوں، وہ مردود ہے۔ ہم نے ''ما'' کے معنی عقیدے اس لیے کیے کہ دین عقائد ہی کا نام ہے، اعمال فروع ہیں۔'' (جاء الحق: ۲۰۴۔۲۰۵)

حدیث کے معنی میں عقیدے کی قید درست نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے، خواہ وہ عقیدے میں جاری کی گئی ہو یا اعمال میں۔

کیوں کہ مفتی صاحب ہی نے ایک جگہ لکھا ہے:

''بدعت کے شرعی معنی ہیں وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں، بعد میں ایجاد ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بدعت شرعی دو طرح کی ہوئی بدعت اعتقادی اور بدعت عملی۔'' (جاء الحق، ص ۲۰۴)

اب ان کی یہ منطق اگر مان لیں کہ عقائد میں بدعات حرام ہیں، جبکہ اعمال میں

جائز، تو پھر عقائد میں بدعت حسنہ کا کیا حکم ہو گا؟ اگر کوئی شخص کسی عقیدے کو اچھا سمجھتے ہوئے اسلامی عقائد میں یہ کہہ کر داخل کر دے کہ یہ بدعت حسنہ ہے، تو اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

نیز اگر کوئی اعمال میں ایسی بدعت نکالے، جو ان کی طبع نازک پر گراں گزرے، جیسا کہ عیدین اور نمازِ جنازہ کی اذان وغیرہ، تو اسے بدعت حسنہ کہا جائے گا؟

یاد رکھئے کہ اعمال کو دین وایمان میں داخل نہ سمجھنا اور انہیں محض فروع قرار دینا بذات خود ایک ''بدعت'' ہے، ایک ادنیٰ مسلمان بھی یہ سمجھتا ہے کہ اعمال دین میں داخل ہیں، یہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کا اتفاقی واجماعی مسئلہ ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (م:٥١٦ھ) لکھتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الْأَعْمَالَ مِنَ الْإِيمَانِ ...... وَقَالُوا : إِنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ، وَعَمَلٌ، وَعَقِيدَةٌ .

''صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد والے علمائے اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں، ...... ان کا کہنا ہے کہ ایمان قول، عمل اور عقیدے کا نام ہے۔'' (شرح السّنّة : ٣٨/١)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

لٰكِنْ أَعْظَمُ الْمُهِمِّ فِي هٰذَا الْبَابِ وَغَيْرِهٖ تَمْيِيزُ السُّنَّةِ مِنَ الْبِدْعَةِ إِذِ السُّنَّةُ مَا أَمَرَ بِهِ الشَّارِعُ وَالْبِدْعَةُ مَا لَمْ يَشْرَعْهُ مِنَ الدِّينِ فَإِنَّ هٰذَا الْبَابَ كَثُرَ فِيهِ اضْطِرَابُ النَّاسِ فِي الْأُصُولِ وَالْفُرُوعِ حَيْثُ

يَزْعُمُ كُلُّ فَرِيقٍ أَنَّ طَرِيقَهٗ هُوَ السُّنَّةُ وَطَرِيقُ مُخَالِفِهٖ هُوَ الْبِدْعَةُ، ثُمَّ إِنَّهٗ يَحْكُمُ عَلٰى مُخَالِفِهٖ بِحُكْمِ الْمُبْتَدِعِ فَيَقُومُ مِنْ ذٰلِكَ مِنَ الشَّرِّ مَا لَا يُحْصِيهِ إِلَّا اللّٰهُ.

''ان مسائل میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ سنت اور بدعت کی تمیز کی جائے، کیوں کہ سنت شارع کے حکم کا نام ہے اور بدعت ایسے دینی عمل کو کہتے ہیں، جسے شارع نے مشروع نہ کیا ہو۔لوگ اس حوالے سے بہت مضطرب ہیں، ان کے عقائد و اعمال مختلف ہیں اور ہر فریق دوسرے کو بدعتی قرار دیتا ہے۔ان چیزوں نے شر کو اتنا پھیلایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی شمار ہی نہیں کرسکتا۔''

(الاستقامة : ۱/۱۳)

عقائد و ایمان میں بدعات:

مذکورہ بالا وضاحت کے برخلاف نعیمی صاحب کا کہنا ہے کہ مذموم بدعت عقائد ہی میں ہوتی ہے، ان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''شریعت وطریقت دونوں کے چار چار سلسلے یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اسی طرح قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، یہ سب سلسلے بالکل بدعت ہیں، ان میں سے بعض کے تو نام تک بھی عربی نہیں، جیسے چشتی یا نقشبندی، کوئی صحابی، تابعی، حنفی، قادری نہ ہوئے۔اب دیوبندی بتائیں کہ بدعت سے بچ کر وہ اپنی حیثیت سے زندہ بھی رہ سکتے ہیں؟ جب ایمان اور کلمہ میں بدعات داخل ہیں، تو بدعت سے چھٹکارا کیسا؟'' (جاء الحق: ۱/ ۲۲۲)

اس کا جواب تو وہی دیں گے، جن سے سوال ہے، حیرانی مگر یہ ہے کہ عقائد کی جس بدعت کو مذموم قرار دیا جا رہا ہے، اسی کا دفاع کیوں؟ کیا ایمان اور کلمہ میں بھی بدعات داخل ہیں؟

بدعت قرآن وحدیث اور اجماع کے مخالف ہوتی ہے:

بعض کہتے ہیں کہ بدعت وہ نیا کام ہے، جو دین کے خلاف ہو، ان کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ بدعت بے اصل ہوتی ہے، شریعت نے بدعت سے منع کیا ہے، اور خوب سمجھ لیجئے کہ بدعت میں ملوث ہو جانا ہی قرآن، حدیث اور اجماع کی مخالفت ہے۔

دنیاوی ایجادات اور بدعتِ حسنہ

❁ مفتی احمد یار خاں نعیمی صاحب لکھتے ہیں :

''آج کل دنیا میں وہ چیزیں ایجاد ہوگئی ہیں، جن کا خیر القرون میں نام ونشان بھی نہ تھا اور جن کے بغیر اب دنیاوی زندگی مشکل ہے۔ ہر شخص ان کے استعمال پر مجبور ہے۔ ریل، موٹر، ہوائی جہاز، سمندری جہاز، تانگہ، گھوڑا گاڑی۔ پھر خط، لفافہ، تار، ٹیلیفون، ریڈیو، لاؤڈ سپیکر وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں اور ان کا استعمال بدعت ہے اور انہیں ہر جماعت کے لوگ بلا تکلف استعمال کرتے ہیں۔ بولو دیوبندی وہابی بغیر بدعتِ حسنہ کے دنیاوی زندگی گزار سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں !''

(جاء الحق : ٢١١)

جو چیزیں مقاصد (اعتقادات وعبادات) میں داخل نہ ہوں، بلکہ مبادی سے تعلق رکھتی ہوں، ان کے متعلق شرعی ممانعت بھی وارد نہ ہو، تو کسی مصلحت کے لئے انہیں مقرر کرنا جائز ہے، مثلاً : ہجری سال مقرر کرنا، مسجد میں سپیکر لگوانا، تبلیغِ دین کے لئے دینی محافل ومجالس کا انعقاد کرنا اور کتابوں کی اشاعت کرنا وغیرہ، ان امور کے جائز ہونے سے ہر قسم کے نئے کاموں کا جواز کشید کرنا سراسر لاعلمی کا مظاہرہ ہے۔

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م : ٧٩٠ھ) فرماتے ہیں :

إِنَّ سُكُوتَ الشَّارِعِ عَنِ الْحُكْمِ فِي مَسْأَلَةٍ مَّا، أَوْ تَرْكِهِ لِأَمْرٍ مَّا عَلٰى ضَرْبَيْنِ :

أَحَدُهُمَا : أَنْ يَّسْكُتَ عَنْهُ أَو يَتْرُكَهُ لِأَنَّهُ لَا دَاعِيَةَ لَهُ تَقْتَضِيهِ، وَلَا مُوجِبَ يُقَرَّرُ لِأَجْلِهِ، وَلَا وَقَعَ سَبَبُ تَقْرِيرِهِ؛ كَالنَّوَازِلِ الْحَادِثَةِ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهَا لَمْ تَكُنْ مَوْجُودَةً ثُمَّ سَكَتَ عَنْهَا مَعَ وُجُودِهَا، وَإِنَّمَا حَدَثَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَاحْتَاجَ أَهْلُ الشَّرِيعَةِ إِلَى النَّظَرِ فِيهَا وَإِجْرَائِهَا عَلٰى مَا تَبَيَّنَ فِي الْكُلِّيَّاتِ الَّتِي كَمُلَ بِهَا الدِّينُ، وَإِلٰى هٰذَا الضَّرْبِ يَرْجِعُ جَمِيعُ مَا نَظَرَ فِيهِ السَّلَفُ الصَّالِحُ مِمَّا لَمْ يُبَيِّنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُصُوصِ مِمَّا هُوَ مَعْقُولُ الْمَعْنٰى؛ كَتَضْمِينِ الصُّنَّاعِ، وَمَسأَلَةِ الْحَرَامِ، وَالْجَدِّ مَعَ الْإِخْوَةِ، وَعَوْلِ الْفَرَائِضِ، وَمِنْهُ جَمْعُ الْمُصْحَفِ، ثُمَّ تَدْوِينُ الشَّرَائِعِ، وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ يُحْتَجْ فِي زَمَانِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى تَقْرِيرِهِ؛ لِتَقْدِيمِ كُلِّيَّاتِهِ الَّتِي تُسْتَنْبَطُ مِنْهَا، إِذَا لَمْ تَقَعْ أَسْبَابُ الْحُكْمِ فِيهَا، وَلَا الْفَتْوٰى بِهَا مِنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَلَمْ يُذْكَرْ لَهَا حُكْمٌ مَّخْصُوصٌ، فَهٰذَا الضَّرْبُ إِذَا حَدَثَتْ أَسْبَابُهُ فَلَا بُدَّ مِنَ النَّظَرِ فِيهِ وَإِجْرَائِهِ عَلٰى أُصُولِهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْعَادِيَّاتِ، أَوْ مِنَ الْعِبَادِيَّاتِ الَّتِي لَا يُمْكِنُ الْاقْتِصَارُ فِيهَا عَلٰى مَا سُمِعَ، كَمَسَائِلِ السَّهْوِ وَالنِّسْيَانِ فِي أَجْزَاءِ الْعِبَادَاتِ، وَلَا إِشْكَالَ فِي هٰذَا الضَّرْبِ؛ لِأَنَّ أُصُولَ الشَّرْعِ عَتِيدَةٌ، وَأَسْبَابُ

تِلْكَ الْأَحْكَامِ لَمْ تكُنْ فِي زَمَانِ الْوَحْيِ، فَالسُّكُوتُ عَنْهَا عَلَى الْخُصُوصِ لَيْسَ بِحُكْمٍ يَقْتَضِي جَوَازَ التَّرْكِ أَو غَيْرَ ذٰلِكَ، بَلْ إِذا عُرِضَتِ النَّوَازِل رُوجِعَ بِهَا أُصُولُهَا فَوُجِدَتْ فِيهَا، وَلَا يَجِدُهَا مَنْ لَيْسَ بِمُجْتَهِدٍ، وَإِنَّمَا يَجِدُهَا الْمُجْتَهِدُونَ الْمَوْصُوفُونَ فِي عِلْمِ أُصول الْفِقْهِ.

وَالضَّرْبُ الثَّانِي: أَن يَّسْكُتَ الشَّارِعُ عَنِ الْحُكْمِ الْخَاصِّ، أَو يَتْرُكَ أَمرًا مَّا مِنَ الْأُمُورِ، وَمُوجِبُهُ الْمُقْتَضِي لَهٗ قَائِمٌ، وَسَبَبُهٗ فِي زَمَانِ الْوَحْيِ وَفِيمَا بَعْدَهٗ مَوْجُودٌ ثَابِتٌ، إِلَّا أَنَّهٗ لَمْ يُحَدَّدْ فِيهِ أَمْرٌ زَائِدٌ عَلٰى مَا كَانَ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ، فَالسُّكُوتُ فِي هٰذَا الضَّرْبِ كَالنَّصِّ عَلٰى أَنَّ الْقَصْدَ الشَّرْعِيَّ فِيهِ أَنْ لَّا يُزَادَ فِيهِ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْحُكْمِ الْعَامِّ فِي أَمْثَالِهٖ، وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُ؛ لِأَنَّهٗ لَمَّا كَانَ الْمَعْنَى الْمُوجِبُ لِشَرْعِيَّةِ الْحُكْمِ الْعَمَلِيِّ الْخَاصِّ مَوْجُودًا، ثُمَّ لَمْ يُشْرَعْ، وَلَا نَبَّهَ عَلَى اسْتِنْبَاطِهٖ كَانَ صَرِيحًا فِي أَنَّ الزَّائِدَ عَلٰى مَا ثَبَتَ هُنَالِكَ بِدْعَةٌ زَائِدَةٌ، وَمُخَالِفَةٌ لِّقَصْدِ الشَّارِعِ، إِذْ فُهِمَ مِنْ قَصْدِهِ الْوُقُوفُ عِنْدَ مَا حدَّ هُنَالِكَ، لَا الزِّيَادَةُ عَلَيْهِ، وَلَا النُّقْصَانُ مِنْهُ.

”شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسی مسئلہ میں سکوت یا ترک دو وجہ سے ہوسکتا ہے۔

① اس کو ترک کرنے کا کوئی داعیہ یا قرینہ نہیں تھا اور نہ اس عمل کی ضرورت

محسوس ہوئی تھی، جیسا کہ وفات النبی ﷺ کے بعد کے حالات، یہ آپ کی زندگی میں موجود نہ تھے،اگر آپ کی زندگی میں موجود ہوتے تو آپ ﷺ ان سے سکوت اختیار نہیں کر سکتے تھے، بعد میں جب یہ حالات پیدا ہوئے تو اہل علم نے غور وخوض کے بعد کلیات دین سے استنباط کر کے ان حالات میں معاملت کا طریق واضح کر دیا۔ اس قسم میں وہ تمام امور آ جائیں گے، جنہیں رسول ﷺ نے خصوصی طور پر بیان نہیں فرمایا اور سلف صالحین نے ان میں غور وخوض کیا ہے۔ جیسے چیز ضائع ہونے کی صورت میں کاری گر کو ضامن قرار دینا، حرام کا مسئلہ، بھائیوں کی موجودگی میں دادا کی وراثت، فرض حصہ کا عول، قرآن کو ایک کتابی شکل میں جمع کرنا، تعلیمات دین کو مدون کرنا۔

اور اس طرح کے وہ تمام امور، جن کی نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی، البتہ وہ کلیات موجود تھیں، جن سے ایسے امور کا استنباط کیا جاسکتا تھا، جب کسی حکم کے اسباب عہد نبوی میں موجود نہ ہوں، اس کی وضاحت میں نبی کریم ﷺ کا فتوی اور حکم نہ ملے اور اب ایسے اسباب پیدا ہو چکے ہوں کہ ان امور کا حکم واضح کیا جائے تو ان میں غور وفکر کر کے ان کی اصل پر جاری کرنا ضروری ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ امور معاملات سے متعلقہ ہوں یا ان عبادات سے، جن میں سماع پر اکتفا کرنا ممکن نہیں ہوتا، جیسے عبادات میں سہو ونسیان کے مسائل ہیں۔ ایسے احکامات کا جاری کرنا جائز ہے، اس کے جواز میں کوئی اشکال نہیں، کیوں کہ شریعت کے اصول موجود ہیں، لیکن ان احکام کے اسباب نزولِ وحی کے دور میں موجود نہ تھے۔

شارع نے ان کا تفصیلی حکم بیان نہیں کیا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب ان کو

ترک کر دیا جائے، بلکہ جب بھی مسائل درپیش ہوں گے، شریعت کے اصول کی طرف رجوع کیا جائے گا، یہ مسائل ان اصول میں مل جائیں گے، لیکن صرف ان کو جو علم فقہ سے بہرہ ور اجتہاد کے شناور ہوں گے۔

② نزولِ وحی اور بعد کے زمانے میں داعیہ وسبب ہونے کے باوجود شارع علیہ السلام کا کسی مسئلہ کے مخصوص حکم سے سکوت کرنا یا کسی کام کو چھوڑ دینا، نص کی حیثیت رکھتا ہے، گویا شریعت کا منشا یہ ہے کہ دیگر معاملات کی طرح حکم کو عام سمجھتے ہوئے اس میں کمی یا زیادتی نہ کی جائے۔ کیوں کہ سبب کے موجود ہونے کے باوجود جب کوئی شرعی عملی حکم مشروع نہ ہوا ہو اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے استنباط کرنے کا کہا ہو، تو یہ واضح نص ہو گی کہ ثابت حکم میں زیادتی بدعت اور شریعت کے منشا کی مخالفت ہے، کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی حد پر توقف کیا جائے، کمی یا زیادتی نہ کی جائے۔'' (الإعتصام: ۲/۲۸۱۔ ۲۸۲)

کیا بدعت میں صرف دینی احکام کی قید درست ہے؟

❁ نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے۔ احادیث صحیحہ اور اقوال علما وفقہا اور محدثین کے خلاف ہے، حدیث میں ہے: كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ (مشکوۃ باب الاعتصام) ''ہر نیا کام بدعت ہے۔'' اس میں دینی یا دنیاوی کی قید نہیں لگائی۔''

(جاء الحق: ۲۱۲)

نعیمی صاحب تو جہان فانی سے کوچ کر گئے ہیں، لیکن ان کے معتقدین یا حلقہ احباب سے سوال ہے کہ وہ ''احادیث صحیحہ اور اقوال علما وفقہا اور محدثین'' کہاں ہیں؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحْدَثَ فِي دِينِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .

''ہمارے دین میں جاری کی جانے والی ہر نو آموز چیز، جس کی اصل اس میں نہ ہو، باطل ہے۔''

(جزء لُوَین : ٧١، وسندهٗ صحيحٌ، شرح السّنة للبغوي : ١٠٣، وسندهٗ حسنٌ)

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

إِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .

''دین میں نت نئے کام مت نکالیں، کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٤٦٠٧، سنن التّرمذي : ٢٦٧٦، سنن ابن ماجه : ٤٤، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵)، حافظ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ (اتّباع السّنة واجتناب البِدَع : ٢) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ بزار رحمہ اللہ (جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البرّ : ٢٣٠٦) نے ''ثابت صحیح'' اور حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (جامع بيان العلم وفضله : ٢٣٠٦) نے ''ثابت'' کہا ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ دین میں بدعات داخل کرنا ناجائز اور ممنوع ہے اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے، یہاں دین کی قید موجود ہے، لہٰذا بدعت اس نئے کام کو کہا جائے گا، جو دین میں نکالا جائے، نہ کہ دنیا میں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَيَلِي أُمُورَكُمْ بَعْدِي رِجَالٌ يُّطْفِئُونَ السُّنَّةَ، وَيَعْمَلُونَ بِالْبِدْعَةِ،

وَيُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ مَوَاقِيتِهَا فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَدْرَكْتُهُمْ، كَيْفَ أَفْعَلُ؟ قَالَ : تَسْأَلُنِي يَا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ كَيْفَ تَفْعَلُ؟ لَا طَاعَةَ، لِمَنْ عَصَى اللّٰهَ .

''عنقریب میرے بعد آپ کے معاملات ایسے لوگوں کے ہاتھ لگ جائیں گے، جو سنتوں کو مٹائیں گے اور بدعات اپنائیں گے، نمازیں تاخیر سے ادا کریں گے، عرض کی: اللہ کے رسول! میں ان کا زمانہ پاؤں، تو کیا کروں؟ فرمایا: ابن ام عبد! مجھ سے پوچھتے ہو کہ کیا کروں؟ اللہ کے نافرمان کی اطاعت نہیں۔''

(مسند الامام أحمد : ۳۹۹/۱، سنن ابن ماجه : ۲۸٦٥، وسندهٗ حسنٌ)

عبداللہ بن عثمان بن خثیم حسن الحدیث ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں :

وَثَّقَهُ الْجُمْهُورُ . ''جمہور نے انہیں ثقہ کہا ہے۔''

(موافقة الخبر الخبر : ۲۷٦/۲)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدعت کی مذمت فرمائی ہے، معلوم ہوا کہ بدعت معصیت ہے اور بدعتی اللہ کا نافرمان، ہر بدعت، خواہ اس کا تعلق اعتقاد سے ہو یا عمل سے، وہ مذموم ہے، یاد رہے کہ ہر لغوی بدعت مذموم نہیں، یہ کہنا کہ بدعت میں ''دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے۔'' بھی لاعلمی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

مَا مِنْ عَامٍ إِلَّا وَالنَّاسُ يُحْيُونَ فِيهِ بِدْعَةً، وَيُمِيتُونَ فِيهِ سُنَّةً، حَتّٰى تَحْيَا الْبِدَعُ وَتَمُوتَ السُّنَنُ .

''ہر سال بدعتی لوگ کوئی نہ کوئی بدعت جاری کر دیتے ہیں اور کوئی نہ کوئی سنت

مٹا دیتے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ بدعات زندہ اور سنتیں مردہ ہو رہی ہیں۔''

(المطالب العالية لابن حجر : ٢٩٨٢، البِدَع والنّهي عنها للقرطبي : ٩٩، وسندهٗ حسنٌ)

① نعیم بن حماد جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔

② مہدی بن حرب سے مراد مہدی بن ابی مہدی العبدی ہیں، امام ابن حبان رحمہ اللہ نے (الثقات : ٥٠١/٧) میں ذکر کیا ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (٢١٠١) نے ان کی حدیث کی تصحیح کر کے ضمنی توثیق کر دی ہے، لہٰذا یہ ثقہ ہیں۔

حافظ بوصیری رحمہ اللہ (اتحاف الخيرة المهرة : ٢٥٤) کا اس قول کو عبد المومن بن عبید اللہ ابو عبیدہ سدوسی کو مجہول قرار دے کر ''ضعیف'' کہنا عجیب ہے، کیونکہ عبد المومن ابو عبیدہ باتفاق محدثین کرام ''ثقہ'' ہیں۔

ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں کہ بدعات کی وجہ سے سنتیں مردہ ہو جاتی ہیں، یہاں دینی وشرعی بدعت مراد ہے، نہ کہ دنیاوی اور لغوی۔

❀ حسان بن عطیہ تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِينِهِمْ إِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيدُهَا إِلَيْهِمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''جب کوئی قوم دین میں بدعت ایجاد کرتی ہے، تو اللہ ان سے ایک سنت اٹھا لیتے ہیں، پھر تا قیامت وہ سنت ان کے پاس واپس نہیں آتی۔''

(سنن الدّارمي : ٩٩، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لأبي نعيم : ٧٣/٦، المعرفة والتّاريخ للفسوي : ٣٨٦/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ مزید فرماتے ہیں:

مَا ابْتُدِعَتْ بِدْعَةٌ إِلَّا ازْدَادَتْ مُضِيًّا، وَلَا تُرِكَتْ سُنَّةٌ إِلَّا ازْدَادَتْ هَرَبًا .

''بدعت جب شروع ہو جائے، تو بڑھتی چلی جاتی ہے اور سنت ترک کر دی جائے، تو دور سے دور تر ہوتی چلی جاتی ہے۔''

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء للأصبهاني : ٧٢/٦، وسندهٗ صحيحٌ)

ایک ثقہ امام و محدث دینی بدعت کی قید لگا کر اس کے نقصانات سے امت کو آگاہ کر رہے ہیں۔ سنت کے مقابلہ میں بدعت کا ذکر واضح پتہ دے رہا کہ بدعت جو ہوگی، وہ دین ہی میں ہوگی، دنیا میں نہیں ہوگی۔

بدعت کے رد پر اصول

اصول نمبر ①

واضح رہے کہ دینی امر کا حکم من جانب اللہ ہونا ضروری ہے، کوئی بھی کام دین سمجھ کر اس وقت تک سر انجام نہیں دیا جا سکتا، جب تک اللہ اجازت نہ دے۔ نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھجوروں کی پیوند کاری کرتے دیکھا، آپ نے اس سے منع کر دیا، صحابہ آپ کے حکم کی تکمیل و تعمیل میں اس سے رک گئے، لیکن پھل بہت کم آئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی شکایت کی، تو فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَّأْيِي، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ.

''یقیناً میں بشر ہوں، جب آپ کو کوئی دینی حکم دوں، تو اس پر (سختی سے) عمل پیرا ہو جائیں اور جب (دنیاوی امور کا) اپنی رائے سے حکم دوں، تو میں بشر ہوں۔''

(صحیح مسلم : ٢٣٦٢)

❀ نیز فرمایا:

أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ. ''دنیاوی امور کو آپ بہتر جانتے ہیں۔''

(صحیح مسلم : ٢٣٦٣)

❀ مزید فرمایا:

فَإِنِّي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا، فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ، وَلٰكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللّٰهِ شَيْئًا، فَخُذُوا بِهٖ، فَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .

''یہ میرا گمان تھا، اس کی بنا پر میرا مواخذہ نہ کیجئے، لیکن جب اللہ کی طرف سے کوئی چیز بیان کروں، تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا، کیوں کہ میں اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔'' (صحيح مسلم : ٢٣٦١)

ان احادیث مبارکہ سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ دنیاوی کاموں میں جب تک ممانعت وارد نہ ہو سر انجام دیئے جا سکتے ہیں، لیکن دین کے کاموں میں اللہ کا حکم ضروری ہے، جب تک شرعی دلیل نہ ملے، وہ کام کرنا ممنوع ہے۔

اصول نمبر ②

❀ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا﴾ (بني إسرائيل : ١٩)

''ہر مومن، جو آخرت کے لئے شریعت کے مطابق عمل کرے، تو اس کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔''

اس آیت کریمہ میں ﴿سَعْيَهَا﴾ کے معنی معین عمل کے ہیں، مصدر کی اضافت تعیین کا فائدہ دیتی ہے، وہی کوشش بار آور ثابت ہو گی اور وہی عمل قبول ہو گا، جو قرآن وسنت سے ثابت ہو گا، جو ثابت نہ ہوا اسے بدعت شمار کیا جائے گا۔

اصول نمبر ③

❁ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا:
”جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے، نہ نفع:
لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ .
اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا، تو بوسہ نہ دیتا۔“

(صحيح البخاري : ١٦١٠، صحيح مسلم : ١٦٧٠)

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام کو نہ کرنا شرع کا حکم بن جاتا ہے۔ بدعات پر اس کی تطبیق عین صادق آتی ہے۔

اصول نمبر ④

❁ ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

جَلَسْتُ إِلٰى شَيْبَةَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ، قَالَ : جَلَسَ إِلَيَّ عُمَرُ فِي مَجْلِسِكَ هٰذَا، فَقَالَ : لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَّا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، قُلْتُ : مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، قَالَ : لِمَ؟، قُلْتُ : لَمْ يَفْعَلْهُ صَاحِبَاكَ، قَالَ : هُمَا الْمَرْءَ ان يُقْتَدٰى بِهِمَا .

”میں شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ قریشی (کعبہ کے کنجی بردار) کے پاس مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا، انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسی جگہ (مسجد حرام میں) تشریف فرما تھے اور فرمانے لگے کہ میرا ارادہ ہے کہ (کعبہ

میں) جو سونا اور چاندی ہے، وہ مسلمانوں میں بانٹ دوں، تو میں نے کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے، آپ نے فرمایا: کیوں؟ میں نے کہا: آپ کے دو ساتھیوں (نبی کریم ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے یہ کام نہیں کیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ دو ہستیاں مقتدا اور پیشوا ہیں۔'' (صحيح البخاري : ٧٢٧٥)

ثابت ہوا ''جس کام کا محرک موجود ہو، اس کے بارے میں شرعی ممانعت بھی ثابت نہ ہو اور نہ ہی اسے سرانجام دینے میں کوئی رکاوٹ ہو، اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اسے ترک کیا ہو، تو اسے ترک کرنا سنت ہے اور اس پر عمل کرنا بدعت سیئہ وقبیحہ ہے۔'' جشن عید میلاد النبی ﷺ کی کوئی اصل قرآن وسنت میں نہیں ملتی۔

عید میلاد بدعت ہے:

اس کی ابتدا ۳۶۳ھ میں ہوئی، سب سے پہلے مصر میں شیعوں نے یہ جشن منایا۔

(المواعظ والإعتبار بذكر الخِطَط والآثار للمَقريزي : ٤٩٠/١، وغيره)

❀ ایسے ہی کسی معاملہ کے بارے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کیا خوب فرما گئے:

إِنَّهٗ لَوْ أَحْدَثَهُ الْمُسْلِمُونَ لَقَدْ كَانَ يَكُونُ قَبِيحًا، فَكَيْفَ إِذَا كَانَ مِمَّا لَمْ يَشْرَعْهُ نَبِيٌّ قَطُّ؟ بَلْ أَحْدَثَهُ الْكَافِرُونَ، فَالْمُوَافَقَةُ فِيهِ ظَاهِرَةُ الْقُبْحِ، فَهٰذَا أَصْلٌ.

''اصل یہ کہ اسے اگر مسلمانوں نے ایجاد کیا ہوتا، تب بھی برا تھا، جس عمل کو نبی کریم ﷺ نے مشروع نہ کیا ہو، وہ برا ہی ہوتا اور اس عمل کو تو ایجاد ہی کافروں نے کیا ہے اور کفار کی موافقت سے اس کی قباحت مزید عیاں ہو جاتی ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم : ٤٧٧/١)

❀ نیز لکھتے ہیں:

مَعْلُومٌ أَنَّهٗ لَوْ كَانَ هٰذَا مَشْرُوعًا مُّسْتَحَبًّا يُثِيبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ؛ لَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَ النَّاسِ بِذٰلِكَ، وَلَكَانَ يُعْلِمُ أَصْحَابَهٗ ذٰلِكَ، وَكَانَ أَصْحَابُهٗ أَعْلَمَ بِذٰلِكَ وَأَرْغَبَ فِيهِ مِمَّنْ بَعْدَهُمْ، فَلَمَّا لَمْ يَكُونُوا يَلْتَفِتُونَ إِلٰى شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ؛ عُلِمَ أَنَّهٗ مِنَ الْبِدَعِ الْمُحْدَثَةِ الَّتِي لَمْ يَكُونُوا يَعُدُّونَهَا عِبَادَةً وَّقُرْبَةً وَّطَاعَةً، فَمَنْ جَعَلَهَا عِبَادَةً وَّقُرْبَةً وَّطَاعَةً، فَقَدِ اتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيلِهِمْ، وَشَرَعَ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ.

''یہ تو معلوم ہے کہ اگر یہ مشروع و مستحب ہوتا کہ جس پر اللہ ثواب عطا فرماتا، تو نبی کریم ﷺ اسے زیادہ جاننے والے ہوتے اور اپنے صحابہ کو بھی باخبر کر دیتے، بعد والوں کی بہ نسبت صحابہ کرام اسے زیادہ جانتے اور اس میں رغبت رکھتے۔ لہٰذا جب صحابہ کرام نے ایسی کسی چیز کی طرف التفات تک نہ کیا، تو معلوم ہوا کہ یہ بدعات میں سے ہے، جنہیں صحابہ عبادت، نیکی اور اطاعت نہیں سمجھتے تھے۔ لہٰذا جس نے ان امور کو عبادت، نیکی اور اطاعت قرار دیا، وہ صحابہ کرام کے رستے کو چھوڑ چکا ہے اور اس عمل کو دین بنا لیا، جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔'' (اقتضاء الصّراط المستقیم : ۷۹۸/۲)

❀ مزید لکھتے ہیں:

أَمَّا مَا تَرَكَهٗ مِنْ جِنْسِ الْعِبَادَاتِ مَعَ أَنَّهٗ لَوْ كَانَ مَشْرُوعًا لَفَعَلَهٗ أَوْ

أَذِنَ فِيهِ وَلَفَعَلَهُ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهٗ وَالصَّحَابَةُ، فَيَجِبُ الْقَطْعُ بِأَنَّ فِعْلَهٗ بِدْعَةٌ وَضَلَالَةٌ وَيَمْتَنِعُ الْقِيَاسُ فِي مَثَلِهٖ.

''جنس عبادات میں رسول اللہ ﷺ کا ترک کردہ عمل غیر مشروع ہے، اگر وہ شریعت ہوتا، تو رسول اللہ ﷺ اسے انجام دیتے یا اس کی اجازت یا حکم فرماتے۔ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام عمل کرتے، ایسے معاملات میں قیاس نہیں کیا جاسکتا، بلکہ بالجزم اسے بدعت و گمراہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی: ۱۷۲/۲۶)

❁ **بعض بدعات کے بارے میں علامہ سبکی رحمہ اللہ (م:۷۵۶ھ) لکھتے ہیں:**

هٰذِهِ بِدْعَةٌ لَا يَشُكُّ فِيهَا أَحَدٌ وَلَا يُرْتَابُ فِي ذٰلِكَ، وَيَكْفِي أَنَّهَا لَمْ تُعْرَفْ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فِي زَمَنِ أَصْحَابِهٖ وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنْ عُلَمَاءِ السَّلَفِ.

''بلا شبہ یہ بدعت ہے۔ اس کے بدعت ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ میں اس کا ذکر تک نہیں تھا، نیز علمائے سلف میں سے کسی سے ثابت نہیں۔'' (فتاوی السُّبکي: ۵۴۹/۲)

❁ **علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م:۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:**

لِأَنَّ تَرْكَ الْعَمَلِ بِهٖ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمِيعِ عُمُرِهٖ، وَتَرْكَ السَّلَفِ الصَّالِحِ لَهٗ عَلٰى تَوَالِي أَزْمِنَتِهِمْ قَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهٗ نَصٌّ فِي التَّرْكِ، وَإِجْمَاعٌ مِنْ كُلِّ مَنْ تَرَكَ؛ لِأَنَّ عَمَلَ

الْإِجْمَاعِ كَنَصِّہٖ.

''یہ اس لیے بدعت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ساری زندگی اس پر عمل نہیں کیا۔ سلف صالحین نے کسی زمانے میں اس پر عمل نہیں کیا، یہ بات گزر چکی ہے کہ ایسی صورت نص کا درجہ رکھتی ہے اور جس نے بھی اس پر عمل نہیں کیا، ان کی طرف سے اسے ترک کرنے پر اجماع ہو گا۔ اجماع پر عمل کرنا نص پر عمل کرنے کے مترادف ہے۔'' (الاعتصام: ۱/۳۶۵)

❁ جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سلسلہ میں صحیح قاعدہ یہ ہے کہ جس خاص عبادت کے کرنے کا محرک ہو اور اس کے کرنے سے کوئی مانع نہ ہو، اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے وہ کام قصداً ترک کیا ہو، تو وہ کام کرنا یقیناً ناجائز امرِ بدعت ہے۔''

(شرح صحیح مسلم: ۲/۵۴۵)

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں عید میلاد کا سبب و محرک موجود تھا اور وہ سبب مجلس میلاد میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے، اس کے کرنے میں کوئی بندش بھی نہیں تھی، آپ نے اور صحابہ نے اسے قصداً ترک کیا، لہٰذا اب اس کا انعقاد یقیناً ''ناجائز امر بدعت'' ہے۔

اعمال میں بدعات: ایک تمثیلی جائزہ:

(۱) اذان عیدین کی عدم مشروعیت پر دلیل:

عیدین سے پہلے اذان کا محرک موجود تھا، آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے اسے قصداً ترک کیا، جبکہ اذان اللہ کا ذکر، شعار اسلام اور دعوت تامہ ہے، جو بظاہر عام شرعی دلیلوں

کے تحت درج بھی ہوسکتی ہے، یہ کسی شرعی حکم کے خلاف بھی نہیں ہے، شریعت نے اس سے منع بھی نہیں کیا، اذانِ عیدین کو اذانِ جمعہ پر قیاس بھی کیا جا سکتا تھا، اس کے باوجود یہ بدعت مذمومہ اور سیئہ ہے، وجہ ایک ہی ہے کہ اس کا محرک موجود تھا، کوئی مانع بھی نہیں تھا، اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اسے قصداً ترک کیا، لہٰذا بدعت ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مِثَالٌ لِّمَا حَدَثَ، مَعَ قِيَامِ الْمُقْتَضٰى لَهٗ، وَزَوَالِ الْمَانِعِ لَوْ كَانَ خَيْرًا، فَإِنَّ كُلَّ مَا يُبْدِيهُ الْمُحْدِثُ لِهٰذَا مِنَ الْمَصْلَحَةِ، أَوْ يَسْتَدِلُّ بِهٖ مِنَ الْأَدِلَّةِ، قَدْ كَانَ ثَابِتًا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَ هٰذَا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهٰذَا التَّرْكُ سُنَّةٌ خَاصَّةٌ، مُقَدَّمَةٌ عَلٰى كُلِّ عُمُومٍ وَّكُلِّ قِيَاسٍ.

’’یہ بدعت کی مثال ہے، حالانکہ یہ خیر کا کام ہوتا، تو (خیر القرون میں) اس کا مقتضی بھی موجود تھا اور کوئی مانع بھی نہ تھا، بدعتی کے پیش نظر جتنی بھی مصلحتیں ہیں یا جو بھی دلائل ہیں، وہ سب کچھ عہد نبوی میں بھی موجود تھا، لیکن اس سب کے باوجود آپ ﷺ نے اس پر عمل نہیں کیا، لہٰذا اسے ترک کرنا ہی سنت قرار پایا اور یہ دلیل تمام عمومی دلائل اور قیاسات پر مقدم ہے۔‘‘

(اقتضاء الصّراط المستقیم: ۲/۵۹۷)

(ب) خروج ریح پر استنجا کی عدم مشروعیت:

❁ پانچ سو حنفی فقہا کا فتوی ہے:

بِدْعَةٌ وَّهُوَ الْاِسْتِنْجَاءُ مِنْ الرِّيحِ .

''ہوا خارج ہونے پر استنجا بدعت ہے۔''(فتاویٰ عالمگیری:۱/۵۰)

اگر کوئی شخص عدم ممانعت کی دلیل سے ہوا خارج ہونے پر استنجا کا فتوی دے، تو ان پانچ سو حنفی علما کی طرف سے کیا جواب ہوگا؟ یہ حضرات تو عدم فعل کو بدعت قرار دے رہے ہیں۔

(ج) سورت کافرون کی اجتماعی قراءت مکروہ ہے:

❁ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

قِرَاءَ ةُ ﴿الْكَافِرُونَ﴾ إِلَى الْآخِرِ مَعَ الْجَمْعِ مَكْرُوهَةٌ؛ لِأَنَّهَا بِدْعَةٌ لَمْ تُنْقَلْ عَنِ الصَّحَابَةِ، وَلَا عَنْ التَّابِعِينَ .

''سورت کافرون کی اجتماعی قراءت مکروہ ہے، کیوں کہ یہ بدعت ہے، صحابہ و تابعین سے منقول نہیں۔''(فتاویٰ عالمگیری:۵/۳۱۷)

عدم عمل کی بنیاد پر اسے مکروہ، غیر مشروع اور بدعت کہا گیا ہے۔

(د) صلاۃ الرغائب بدعت ہے:

❁ علامہ ابراہیم حلبی حنفی (م:۹۵۶ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْأَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِينَ لَمْ يُنْقَلْ عَنْهُمْ .

''صلاۃ الرغائب بدعت ہے، صحابہ، تابعین اور بعد کے ائمہ مجتہدین سے منقول

نہیں۔''(كبيري : ٤٣٣)

رجب میں ادا کی جانے والی نماز ''الرغائب'' کے بدعت ہونے کی وجہ صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین سے عدم منقولیت بتائی گئی ہے۔

(ھ) کسوف کا خطبہ:

❁ علامہ مرغینانی حنفی (م:۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْكُسُوفِ خُطْبَةٌ لِأَنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ .

''نماز کسوف میں خطبہ نہیں ہے، کیوں کہ وہ نبی کریم ﷺ سے منقول نہیں۔''

(الهداية شرح بداية المبتدي : ٥٦/١)

❁ علامہ ابن مودود موصلی حنفی (م:۶۸۳ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَخْطُبُ لِأَنَّهَا لَمْ تُنْقَلْ .

''صلاۃ کسوف میں خطبہ نہ دیں، کیوں کہ وہ منقول نہیں۔''

(الإختيار لتعليل المختار : ٧٠/١)

عدم منقول اور عدم فعل کو عدم مشروعیت پر دلیل بنایا جا رہا ہے۔

تنبیہ:

صلاۃ کسوف کا خطبہ مسنونہ ہے، اس پر صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں۔

قبر پر عرقِ گلاب چھڑکنا:

❁ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م:۷۷۳ھ) فرماتے ہیں:

يَنْبَغِي أَنْ يَتَجَنَّبَ مَا أَحْدَثَهُ بَعْضُهُمْ مِنْ أَنَّهُمْ يَأْتُونَ بِمَاءِ الْوَرْدِ فَيَجْعَلُونَهُ عَلَى الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ، وَذٰلِكَ لَمْ يَرِدْ عَنِ السَّلَفِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَإِذَا لَمْ يَرِدْ فَهُوَ بِدْعَةٌ، ثُمَّ الْعَجَبُ مِنْهُمْ كَيْفَ يَأْتُونَ بِمَاءِ الْوَرْدِ وَيُخْرِجُونَ الْقُطْنَ مِنْ فَمِهِ وَأَنْفِهِ وَتَخْرُجُ الْمَوَادُّ إِذْ ذَاكَ وَتُشَمُّ مِنْهُ الرَّوَائِحُ الْكَرِيهَةُ، وَيَتَنَجَّسُ الْمَحَلُّ بِإِحْدَاثِهِمْ النَّجَاسَةَ فِي الْقَبْرِ بِرَشِّهِمْ مَاءَ الْوَرْدِ، وَقَدْ تَقَدَّمَ هٰذَا، وَلَيْسَ مِنْ السُّنَّةِ أَنْ يُبَخَّرَ الْقَبْرُ وَلَا أَنْ يُفْرَشَ فِيهِ رَيْحَانٌ؛ لِأَنَّهُ خُرُوجٌ عَنْ فِعْلِ السَّلَفِ وَيَكْفِيهِ مِنْ الطِّيبِ مَا قَدْ عُمِلَ لَهُ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ فَنَحْنُ مُتَّبِعُونَ لَا مُبْتَدِعُونَ فَحَيْثُ وَقَفَ سَلَفُنَا وَقَفْنَا .

”بعض اہل بدعت قبر میں میت پر عرقِ گلاب چھڑکتے ہیں، جس سے بچنا ضروری ہے، کیوں کہ سلف میں اس کا وجود نہیں ملتا اور جو عمل سلف سے منقول نہ ہو، بدعت ہوتا ہے۔ اس سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ یہ لوگ میت کے منہ اور ناک سے روئی کا ٹکڑا نکال لیتے ہیں، جس سے بدبودار مواد نکلنے لگتا ہے، پھر عرقِ گلاب سے نجاست دور کی جاتی ہے۔ اس مسئلہ پر پہلے بات ہو چکی ہے۔ اسی طرح قبر میں ”بخور“ بوٹی کی دھونی دینا اور ”نازبو“ بچھانا بھی نبوی طریقہ نہیں، کیوں کہ یہ سلف کی مخالفت ہے، بلکہ میت کو گھر میں لگائی گئی خوش بو پر ہی اکتفا کر لینا چاہیے۔ ہم متبع ہیں، مبتدع نہیں۔ ہم وہیں رک جائیں گے جہاں سلف رک گئے تھے۔“

(المَدخل: ٢٦٢/٣)

عید غدیر:

❁ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (م:۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ مَنَعْنَا إِحْدَاثَ مَا هُوَ شِعَارٌ فِي الدِّين، وَمِثَالُهُ: مَا أَحْدَثَتْهُ الرَّوَافِضُ مِنْ عِيدٍ ثَالِثٍ، سَمَّوْهُ عِيدَ الْغَدِيرِ، وَكَذٰلِكَ الِاجْتِمَاعُ وَإِقَامَةُ شِعَارِهٖ فِي وَقْتٍ مَّخْصُوصٍ عَلٰى شَيْءٍ مَّخْصُوصٍ، لَمْ يَثْبُتْ شَرْعًا، وَقَرِيبٌ مِنْ ذٰلِكَ أَنْ تَكُونَ الْعِبَادَةُ مِنْ جِهَةِ الشَّرْعِ مُرَتَّبَةً عَلٰى وَجْهٍ مَّخْصُوصٍ، فَيُرِيدُ بَعْضُ النَّاس أَنْ يُّحْدِثَ فِيهَا أَمْرًا آخَرَ لَمْ يَرِدْ بِهِ الشَّرْعُ، زَاعِمًا أَنَّهٗ يُدْرِجُهٗ تَحْتَ عُمُومٍ، فَهٰذَا لَا يَسْتَقِيمُ؛ لِأَنَّ الْغَالِبَ عَلَى الْعِبَادَاتِ التَّعَبُّدُ، وَمَأْخَذُهَا التَّوْقِيفُ.

''ہم شعارِ دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے روکتے ہیں، جیسا کہ رافضیوں نے ''عید الغدیر'' کے نام سے تیسری عید گھڑ لی ہے۔ بطور شعار کسی خاص وقت اور ہیئت پر کوئی اجتماع قائم کرنا بدعت ہے، اسی طرح کسی خاص ہیئت اور طریقہ پر مشروع عبادت میں اس خیال سے ایک زائد چیز داخل کر دینا کہ یہ عمومی دلائل سے ثابت ہے، تو یہ بالکل درست نہیں، کیوں کہ عبادات تعبدی ہیں اور ان کے دلائل توقیفی ہیں۔'' (إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: ۲۰۰/۱)

واضح رہے کہ بدعات یا تو عام دلائل کا فرد ہی نہیں ہوتیں یا ان سے مستثنیٰ ہوتی ہیں،

لٰہذا بدعت کے ثبوت پر عام اور مطلق دلیل سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

عید میلاد اور دیگر بدعات کے ثبوت میں جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، کیا صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین ان سے بے خبر تھے؟ اگر ان دلائل سے مروّجہ عید میلاد وغیرہ کا جواز یا استحباب ثابت ہوتا، تو یہ لوگ ضرور اس کا اہتمام کرتے اور خود نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے باوجود مقتضی اور عدم مانع کے ترک کیا ہے، لٰہذا اسے ترک کرنا سنت اور انعقاد بدعت سیئہ و مذمومہ ہے۔

اصول نمبر ⑤

❁ بدعت کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیان فرماتے ہیں:

لَا يَجْعَلْ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِّنْ صَلَاتِهٖ يَرٰى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهٖ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهٖ.

”اپنی نماز میں اس طرح شیطان کا حصہ نہ بنالیں کہ (سلام کے بعد) دائیں جانب سے مقتدیوں کی طرف پھرنا اپنے اوپر لازم کرلیں، میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کئی دفعہ بائیں جانب سے پھرتے دیکھا ہے۔“

(صحيح البخاري: ۸۵۲، صحيح مسلم: ۷۰۷)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی جائز و مستحب کام پر اصرار کرنا، اس کے ساتھ واجب کا معاملہ کرنا، اسے شیطانی کام بنا دیتا ہے۔

❁ علامہ طیبی رَحِمَہُ اللّٰہُ (م: ۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

فِيهِ أَنَّ مَنْ أَصَرَّ عَلٰى أَمْرٍ مَّنْدُوْبٍ وَجَعَلَهٗ عَزْمًا وَلَمْ يَعْمَلْ بِالرُّخْصَةِ فَقَدْ أَصَابَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْإِضْلَالِ فَكَيْفَ بِمَنْ أَصَرَّ عَلٰى بِدْعَةٍ وَّمُنْكَرٍ .

''اس حدیث میں بیان ہے کہ جو شخص مستحب عمل پر دوام کرے، اسے عزیمت سمجھ کر رُخصت پر عمل چھوڑ دے، تو شیطان نے اسے گمراہ کر دیا ہے، پھر اس کا کیا بنے گا، جو بدعت اور منکر عمل پر ہمیشگی کرتا ہے؟'' (شرح المشکوٰۃ : ۱۰۵۱/۳)

اصول نمبر ⑥

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م : ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں :

أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَيَقُولُونَ فِي كُلِّ فِعْلٍ وَّقَوْلٍ لَمْ يَثْبُتْ عَنِ الصَّحَابَةِ : هُوَ بِدْعَةٌ؛ لِأَنَّهٗ لَوْ كَانَ خَيْرًا لَّسَبَقُونَا إِلَيْهِ، لِأَنَّهُمْ لَمْ يَتْرُكُوا خَصْلَةً مِّنْ خِصَالِ الْخَيْرِ إِلَّا وَقَدْ بَادَرُوا إِلَيْهَا .

''اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ ہر وہ قول و فعل، جو صحابہ کرام سے ثابت نہ ہو، بدعت ہے، اگر وہ کارِ خیر ہوتا، تو وہ ہم سے پہلے یہ کام کر جاتے، کیونکہ وہ کوئی نیک کام نہ چھوڑتے تھے، بلکہ اس میں جلدی کرتے تھے۔''

(تفسیر ابن کثیر : ۵۶۷/۵)

اگر مروجہ جشن عید میلاد یا دیگر بدعات کی کوئی اصل ہوتی، تو صحابہ کرام اس میں پہل کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر قرآن وحدیث کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھنے والے اور ان کے مطابق زندگیاں ڈھالنے والے تھے۔

بدعتی کی مذمت

① امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ﴾ (الأعراف : ١٥٢)
”ہم افترا بازوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
كُلُّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ ذَلِيلٌ . ”ہر بدعتی ذلیل ہوتا ہے۔“
(تفسير ابن أبي حاتم : ١٥٧١/٥، وسندهٗ صحيحٌ)

② ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ (النّحل : ١١٦)

”ہر چیز کو اپنی صواب دید سے حلال یا حرام نہ کر لیا کرو، یہ اللہ پر جھوٹ ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہوں گے۔“

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م : ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:
يَدْخُلُ فِي هٰذَا كُلُّ مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً لَّيْسَ لَهٗ فِيهَا مُسْتَنَدٌ شَرْعِيٌّ أَوْ حَلَّلَ شَيْئًا مِّمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ أَوْ حَرَّمَ شَيْئًا مِمَّا أَبَاحَ اللّٰهُ بِمُجَرَّدِ رَأْيِهٖ وَتَشْهِيهِهٖ .

”اس آیت کا مصداق بدعت جاری کرنے والے تمام لوگ ہیں، ان کے پاس

کوئی شرعی دلیل نہیں ہوتی اور وہ محض اپنی رائے اور نفسانی خواہش سے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر : ۷۷۹/۲)

③ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِي قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ﴾ (آل عمران : ۷)

’’اسی ذات نے آپ پر کتاب نازل کی، اس کی بعض آیات محکم ہیں، بعض متشابہ ہیں، محکم آیات اصل کتاب ہیں۔ ٹیڑھے دل والے فتنہ وتاویل باطلہ کی غرض سے متشابہ آیات کا سہارا لیتے ہیں۔‘‘

❁ امام طبری رحمہ اللہ (م: ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ وَإِنْ كَانَتْ نَزَلَتْ فِيمَنْ ذَكَرْنَا أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيهِ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ، فَإِنَّهٗ مَعْنِيٌّ بِهَا كُلُّ مُبْتَدِعٍ فِي دِينِ اللّٰهِ بِدْعَةً، فَمَالَ قَلْبُهٗ إِلَيْهَا، تَأْوِيلًا مِّنْهُ لِبَعْضِ مُتَشَابِهِ آيِ الْقُرْآنِ، ثُمَّ حَاجَّ بِهٖ وَجَادَلَ بِهٖ أَهْلَ الْحَقِّ، وَعَدَلَ عَنِ الْوَاضِحِ مِنْ أَدِلَّةِ آيِهِ الْمُحْكَمَاتِ إِرَادَةً مِنْهُ بِذٰلِكَ اللَّبْسَ عَلٰى أَهْلِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَطَلَبًا لِّعِلْمِ تَأْوِيلِ مَا تَشَابَهَ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ كَائِنًا مَنْ كَانَ ....

’’اگرچہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس سے مراد ہر

بدعتی ہے، جو اللہ کے دین میں بدعت جاری کرتا ہے، پھر قرآن کی بعض متشابہ آیات میں تاویل کرتے ہوئے اس کا دل اس بدعت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور وہ اہل حق سے جھگڑا کرتے ہوئے محکم آیات میں موجود واضح حق سے ہٹ جاتا ہے، اس کا ارادہ ہوتا ہے کہ مومنوں سے حق چھپائے اور متشابہ آیات کی تاویل تلاش کرے، چاہے جو بھی ہو۔‘‘(تفسیر الطّبري : ۱۸۱/۳)

④ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿أُولٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ﴾(البقرة : ١٦)

’’انہیں لوگوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کا سودا کیا ہے، لیکن ان کی تجارت سود مند نہ رہی، کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ نہ تھے۔‘‘

⑤ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَدِمْنَا إِلٰى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا﴾

(الفرقان : ٢٣)

’’ہم ان کے اعمال کا جائزہ لیں گے اور انہیں اڑتا ہوا غبار بنا دیں گے۔‘‘

⑥ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ (النّساء : ١٤٠)

’’آپ اس وقت تک ان کے ساتھ بیٹھک نہ کریں جب تک کہ وہ گفتگو کا موضوع بدل نہیں لیتے، ورنہ آپ میں اور ان میں کوئی فرق نہ ہوگا۔‘‘

❁ مشہور مفسر علامہ قرطبی رحمہ اللہ (م:٦٧١ھ) لکھتے ہیں:

﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ فَدَلَّ بِهٰذَا عَلٰى وُجُوبِ اجْتِنَابِ أَصْحَابِ الْمَعَاصِي إِذَا ظَهَرَ مِنْهُمْ مُنْكَرٌ، لِأَنَّ مَنْ لَمْ يَجْتَنِبْهُمْ فَقَدْ رَضِيَ فِعْلَهُمْ، وَالرِّضَا بِالْكُفْرِ كُفْرٌ.

"﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ اہل بدعت جب بدعت کا پرچار کر رہے ہوں، تو ان سے اجتناب واجب ہے، جو ان سے اجتناب نہیں کرتا، وہ ان کی بدعت سے راضی ہے اور کفر پر راضی ہو جانا بھی کفر ہے۔"

(تفسير القرطبي: ٥/٤١٨)

⑦ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ﴾ (الأنعام: ٦٨)

"یاد آنے پر ظالموں سے کنارہ کشی کر لیجئے۔"

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م:٧٧٤ھ) لکھتے ہیں:

أَلَّا يَجْلِسَ مَعَ الْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ يُحَرِّفُونَ آيَاتِ اللّٰهِ وَيَضَعُونَهَا عَلٰى غَيْرِ مَوَاضِعِهَا، فَإِنْ جَلَسَ أَحَدٌ مَّعَهُمْ نَاسِيًا ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى﴾ بَعْدَ التَّذَكُّرِ ﴿مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ﴾.

"آیات قرآنیہ میں تحریف کرنے والوں اور انہیں مطلب بر آوری کے لئے استعمال کرنے والے جھوٹوں کے ساتھ نہ بیٹھئے، اگر بھولے سے بیٹھ جائیں تو یاد آنے پر کنارہ کر لیں۔" (تفسير ابن كثير: ٣/٢٧٨)

❁ امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ (م:٣٦٠ھ) لکھتے ہیں:

كُلُّ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَوْ تَكَلَّمُ بِكَلَامٍ لَّا يُوَافِقُ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَا سَنَةَ رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ، وَقَوْلَ صَحَابَتِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَهُوَ بِدْعَةٌ، وَهُوَ ضَلَالَةٌ، وَهُوَ مَرْدُودٌ عَلٰى قَائِلِهٖ أَوْ فَاعِلِهٖ.

”ہر ایک قول وعمل، جو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، سنت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہو، وہ بدعت ہے، ضلالت ہے اور اپنے قائل وفاعل کے منہ پر مار دیا جائے گا۔“ (الأربعون حديثا : ٨)

⑧ **سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:**

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهٗ عَنِ الشَّرِّ، مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ، فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ : نَعَمْ، قُلْتُ : وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ : نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ، قُلْتُ : وَمَا دَخَنُهٗ؟ قَالَ : قَوْمٌ يَّهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ، قُلْتُ : فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ : نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلٰى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ : هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا، وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا، قُلْتُ : فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذٰلِكَ؟ قَالَ : تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ، قُلْتُ : فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ

جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ : فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ، حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ .

''لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق پوچھا کرتے تھے اور میں شر کے متعلق سوال کرتا، مجھے اندیشہ تھا کہ شر کی گرفت میں نہ آجاؤں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! ہم جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے، اللہ نے ہمیں خیر سے نواز دیا، کیا خیر کے بعد کوئی شر بھی آئے گا؟ فرمایا: جی ہاں! عرض کیا: اس شر کے بعد کوئی خیر آئے گی؟ فرمایا: جی ہاں! لیکن اس میں کمزوری ہو گی، عرض کیا: کمزوری کیا ہو گی؟ فرمایا: کچھ لوگ میری سنت اور طریقہ کے خلاف چلیں گے، آپ ان کی کچھ باتیں اچھی خیال کریں گے اور کچھ بری، عرض کیا: کیا اس کے بعد شر آئے گا؟ فرمایا: جی ہاں! جہنم کے دروازوں پر آواز لگانے والے ہوں گے، جو ان کی طرف جائے گا اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔ کہا: اللہ کے رسول! ان کا تعارف تو کروا دیں؟ فرمایا: وہ ہمارے ہی قبیلے سے ہوں گے اور وہ ہماری زبان میں کلام کریں گے، سوال کیا: اگر میرے جیتے وہ دور آ گیا تو میں کیا کروں؟ فرمایا: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امیر کے ساتھ رہنا، عرض کیا: اگر ان کی نہ جماعت ہو اور نہ ہی امام تو......؟ فرمایا: تمام فرقوں سے دور چلے جانا، خواہ وہاں درختوں کی جڑیں چبانی پڑیں اور وہیں فوت ہو جانا۔''

(صحيح البخاري : ٧٠٨٤، صحيح مسلم : ١٨٤٧)

❀ علامہ نووی رحمہ اللہ (م: ٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : هٰؤُلَاءِ مَنْ كَانَ مِنَ الْأُمَرَاءِ يَدْعُوْ إِلٰى بِدْعَةٍ أَوْ

ضَلَالٍ آخَرَ كَالْخَوَارِجِ وَالْقَرَامِطَةِ وَأَصْحَابِ الْمِحْنَةِ .

''اہل علم کہتے ہیں کہ اس سے مراد بدعات اور دیگر گمراہیوں کی طرف دعوت دینے والے امرا ہیں، مثلاً خارجی، قرامطہ اور اصحاب محنہ (معتزلہ)۔''

(شرح صحيح مسلم : ٣٢٠/٦)

⑨ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْإِسْلَامِ .

''جس نے بدعتی کی تعظیم کی، اس نے انہدام اسلام پر معاونت کی۔''

(الشّريعة للآجرّي : ٢٠٤٠، تاريخ ابن عساكر : ٤٥٦/٢٦، وسندهٗ صحيحٌ)

ابوالفضل عباس بن یوسف شکلی ''مقبول الروایۃ'' ہے۔

(تاريخ الإسلام للذّهبي : ٤٧٩/٢٣، وفي نسخة : ٢٨٢/٧)

⑩ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ آوٰى مُحْدِثًا؟ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ .

''بدعت جاری کرنے والے یا بدعتی کو سہارنے والے پر اللہ کی لعنت، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوتی ہے۔اس کی کوئی فرض ونفل عبادت قبول نہیں ہوتی۔''

(مسند الطّيالسي : ٢٩٩، مسند المسدّد (اتحاف الخِيَرة المَهرة : ٦٨٥٠)، واللّفظ لهٗ، مسند الإمام أحمد : ١٧٨/٢، ١٨٠، ١٩١، ١٩٢، ١٩٤، ٢١١، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۱۴۱۳) نے ''حسن'' اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۰۷۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

⑪ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتّٰى أَنْظُرَ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ، وَسَيُؤْخَذُ نَاسٌ دُونِي، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي، فَيُقَالُ: هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ، وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوا يَرْجِعُونَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ، فَكَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلٰى أَعْقَابِنَا، أَوْ نُفْتَنَ عَنْ دِينِنَا.

''میں حوض کوثر پر آپ کا انتظار کروں گا، دیکھوں گا کہ کون میرے پاس آتا ہے۔ وہاں کچھ لوگوں کو مجھ سے دور کر دیا جائے گا، میں عرض کروں گا: میرے رب! یہ میرے اپنے ہیں، یہ میرے امتی ہیں، چنانچہ مجھ سے کہا جائے گا: آپ ان کے کارناموں سے واقف ہیں؟ واللہ! یہ لوگ تا حیات گمراہی کے رسیا رہے۔

راویٔ حدیث ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ مانگتے ہیں کہ ہم گمراہی کے رسیا ہوں یا اپنے دین کے بارے میں فتنے میں مبتلا ہو جائیں۔'' (صحيح البخاري: ٦٦٥٩٣، صحيح مسلم: ٢٢٩٣)

⑫ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا وَإِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، وَأُكَاثِرُ بِكُمُ الْأُمَمَ، فَلَا تُسَوِّدُوا وَجْهِي، أَلَا وَإِنِّي مُسْتَنْقِذٌ أُنَاسًا، وَمُسْتَنْقَذٌ مِنِّي أُنَاسٌ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي؟ فَيَقُولُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ.

''سنو! میں حوض (کوثر) پر آپ کا پیش رو ہوں گا اور آپ کی کثرت میرے

لئے دوسری امتوں پر وجہ تفاخر ہوگی۔ مجھے (روز قیامت) شرمندہ نہ کر دینا، سنو! میں کچھ افراد کو (جہنم سے) چھڑاؤں گا اور کچھ افراد مجھ سے چھین لیے جائیں گے (اور جہنم رسید کر دیئے جائیں گے) میں کہوں گا: یا الٰہا! میرے ساتھی؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، آپ کو معلوم نہیں، انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات جاری کیں؟''

(سنن ابن ماجه : ٣٠٥٧، وسندهٗ حسنٌ، وأخرجه مسدّد في مسنده كما في مصباح الزّجاجة : ٢٠٧/٣، وأحمد : ٤١٢/٥، والنسائي (الكبرٰى : ٤٠٩٩)، وسندهٗ صحيحٌ)

علامہ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(مصباح الزّجاجة : ٢٠٧/٣)

⑬ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ قَتَلَهٗ نَبِيٌّ، أَوْ قَتَلَ نَبِيًّا، وَإِمَامُ ضَلَالَةٍ، وَمُمَثِّلٌ مِنَ الْمُمَثِّلِينَ .

''روز قیامت سب سے زیادہ عذاب ان چار کو ہوگا، جسے نبی قتل کرے، یا وہ نبی کو قتل کرے، تیسرا بدعت گر اور چوتھا تصویر گر۔''

(مسند الإمام أحمد : ٤٩٧/١، وسندهٗ حسنٌ)

⑭ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ، يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ، وَلَا آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ، لَا يُضِلُّونَكُمْ، وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ .

’’آخری زمانہ میں دجال وکذاب پیدا ہوں گے، جو ایسی باتیں کریں گے، جو آپ اور آپ کے آبا واجداد نے سنی تک نہ ہوں گی۔ بچ کے رہنا، کہیں وہ آپ کو گمراہ اور فتنہ کا شکار نہ کر دیں۔‘‘(صحیح مسلم : ۷)

بدعات اور فہم سلف

① مسیّب بن نجبہ رحمہ اللہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے:

إِنِّي تَرَكْتُ قَوْمًا بِالْمَسْجِدِ يَقُولُونَ: مَنْ سَبَّحَ كَذَا وَكَذَا فَلَهُ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: قُمْ يَا عَلْقَمَةُ فَلَمَّا رَآهُمْ، قَالَ: يَا عَلْقَمَةُ اشْغَلْ عَنِّي أَبْصَارَ الْقَوْمِ، فَلَمَّا سَمِعَهُمْ وَمَا يَقُولُونَ، قَالَ: إِنَّكُمْ لَمُتَمَسِّكُونَ بِذَنَبِ ضَلَالَةٍ، أَوَ إِنَّكُمْ لَأَهْدٰى مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''میں نے مسجد میں چند لوگوں کا حلقہ دیکھا وہ کہہ رہے تھے کہ جس نے اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہا، اس کے لئے اتنا اجر ہے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: علقمہ! اٹھئے، میرے ساتھ چلئے، جب آپ نے ان کا حلقہ دیکھا، تو علقمہ سے کہا: ان کا دھیان دوسری طرف کریں، پھر جب آپ نے ان کا ذکر سن لیا تو فرمایا: یا تو تم گمراہ ہو یا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہدایت والے!''

(المعجم الكبير للطّبراني: ١٢٥/٩، ح: ٨٦٢٨، حسنٌ)

اس سے ملتے جلتے ایک اور واقعہ کے بعد آپ نے فرمایا:

إِنَّكُمْ لَأَهْدٰى مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَصْحَابِهِ، إِنَّكُمْ لَمُتَمَسِّكُونَ بِطَرَفِ ضَلَالَةٍ.

''یا تو تم محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا گمراہی کا راستہ چن چکے ہو۔''

(المعجم الكبير للطّبراني : ۱۲۸/۹، ح : ۸۶۳۹، وسندهٗ صحيحٌ)

② سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما خوارج سے مناظرہ کے لئے گئے، تو وہ کہنے لگے:

فَمَا جَاءَ بِكَ؟ قُلْتُ : أَتَيْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، لِأُبَلِّغُكُمْ مَا يَقُولُونَ الْمُخْبَرُونَ بِمَا يَقُولُونَ فَعَلَيْهِمْ نَزَلَ الْقُرْآنُ، وَهُمْ أَعْلَمُ بِالْوَحْيِ مِنْكُمْ .

''کیسے آنا ہوا؟ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں نے کہا: میں مہاجرین و انصار صحابہ کی طرف سے آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں میں آپ کو ان کی وحی پر مبنی رائے سے آگاہ کرسکوں، قرآن ان کی موجودگی میں نازل ہوا اور وہ وحی کو آپ سے زیادہ جانتے تھے۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : ۱۵۰/۲، ح : ۲۶۵۶، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

③ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (م: ۱۰۱ھ) نے منکرین تقدیر کے رد میں فرمایا:

لَقَدْ قَرَءُوا مِنْهُ مَا قَدْ قَرَأْتُمْ، وَعَلِمُوا مِنْ تَأْوِيلِهِ مَا جَهِلْتُمْ، ثُمَّ قَالُوا بَعْدَ ذٰلِكَ : كُلُّهٗ كِتَابٌ وَقَدَرٌ .

''جو قرآن آپ پڑھ رہے ہیں، یہی سلف نے پڑھا تھا، اس کا سلف نے جو معنی

وتفسیر کیا، آپ اس سے جاہل اور کورے رہ گئے، وہ آپ کے پیش کردہ دلائل پڑھنے کے باوجود قضا وقدر کے قائل تھے۔''

(سنن أبي داود : ٤٦١٢، الشّريعة للآجرّي : ٢٢٣ وسندهٗ حسنٌ)

④ علامہ مقریزی (م : ۸۴۵ھ) لکھتے ہیں:

أَصْلُ كُلِّ بِدْعَةٍ فِي الدِّينِ الْبُعْدُ عَنْ كَلَامِ السَّلَفِ وَالْاِنْحِرَافُ عَنِ اعْتِقَادِ الصَّدْرِ الْأَوَّلِ .

''کلام سلف سے دوری اور صدر اول کے عقیدہ سے انحراف ہر بدعت کی جڑ ہے۔''

(المواعظ والإعتبار بذكر الخِطَط والأثار : ١٩٨/٤)

⑤ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م : ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں :

لَوْ كَانَ دَلِيلًا عَلَيْهِ لَمْ يَعْزُبْ عَنْ فَهْمِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، ثُمَّ يَفْهَمُهٗ هٰؤُلَاءِ، فَعَمَلُ الْأَوَّلِينَ كَيْفَ كَانَ مُصَادِمٌ لِّمُقْتَضٰى هٰذَا الْمَفْهُومِ وَمُعَارِضٌ لَّهٗ، وَلَوْ كَانَ تَرْكُ الْعَمَلِ فَمَا عَمِلَ بِهِ الْمُتَأَخِّرُونَ مِنْ هٰذَا الْقِسْمِ مُخَالِفٌ لِّإِجْمَاعِ الْأَوَّلِينَ، وَكُلُّ مَنْ خَالَفَ الْإِجْمَاعَ فَهُوَ مُخْطِیءٌ، وَأُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ، فَمَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنْ فِعْلٍ أَوْ تَرْكٍ فَهُوَ السُّنَّةُ وَالْأَمْرُ الْمُعْتَبَرُ، وَهُوَ الْهُدٰى، وَلَيْسَ ثَمَّ إِلَّا صَوَابٌ أَوْ خَطَأٌ، فَكُلُّ مَنْ خَالَفَ السَّلَفَ الْأَوَّلِينَ فَهُوَ عَلٰى خَطَأٍ، وَهٰذَا كَافٍ .

''اس پر کوئی دلیل ہوتی، تو اس کا فہم صحابہ وتابعین سے غائب رہ جانا ممکن نہیں

تھا، کہ بعد والے اسے سمجھتے۔ سلف نے اگر کوئی عمل چھوڑا تو وہ دلیل کے درست مفہوم سے نابلد ہونے کی بنا پر نہیں چھوڑا ہے، بلکہ وہ دلیل کے صحیح مفہوم سے واقف تھے، متاخرین میں سلف کا مخالف عمل اگر آ گیا ہے تو وہ سلف کے اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہوگا۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی، لہٰذا سلف جس کام کے کرنے یا چھوڑنے پر متفق ہوں، وہی سنت اور معتبر ہے اور وہی ہدایت ہے۔ کسی کام میں دو ہی احتمال ہوتے ہیں، درستی یا خطا اور سلف کی مخالفت کرنے والا یقیناً خطا کار ہے۔''

(المُوَافَقات : ۷۲/۳)

❀ نیز لکھتے ہیں :

لِهٰذَا كُلِّهٖ يَجِبُ عَلٰى كُلِّ نَاظِرٍ فِي الدَّلِيلِ الشَّرْعِيِّ مُرَاعَاةُ مَا فَهِمَ الْأَوَّلُونَ، وَمَا كَانُوا عَلَيْهِ فِي الْعَمَلِ بِهٖ، فَهُوَ أَحْرٰى بِالصَّوَابِ، وَأَقْوَمُ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ .

''ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے شرعی دلیل میں تدبر کرنے والے ہر شخص کے لیے سلف کے فہم و عمل کا پاس رکھنا فرض ہے، کیونکہ وہی درستی کے زیادہ قریب اور علم و عمل میں پختہ ہیں۔''(المُوَافَقات : ۷۷/۳)

❀ مزید لکھتے ہیں :

لَا تَجِدُ مُبْتَدِعًا مِّمَّنْ يَّنْسِبُ إِلَى الْمِلَّةِ إِلَّا وَهُوَ يَسْتَشْهِدُ عَلٰى بِدْعَتِهٖ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ، فَيُنْزِلُهٗ عَلٰى مَا وَافَقَ عَقْلَهٗ وَشَهْوَتَهٗ .

”آپ اسلام کی طرف منسوب تمام بدعتیوں کو دیکھیں گے کہ وہ اپنی بدعت پر دلیل شرعی سے استدلال کرتا ہے، پھر اسے اپنی عقل وخواہش کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔“(الاعتصام : ١/١٣٤)

۞ مزید فرماتے ہیں:

فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ مُّخَالَفَةِ الْأَوَّلِينَ، فَلَوْ كَانَ ثَمَّ فَضْلٌ مَّا، لَكَانَ الْأَوَّلُونَ أَحَقَّ بِهٖ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

”بچیں بچیں! سلف کی مخالفت سے بچیں۔ متاخرین کے اختیار کردہ کاموں میں فضیلت ہوتی تو سلف ان کاموں کو ضرور اپنا لیتے۔“

(المُوافقات : ٣/٥٦)

۞ مزید لکھتے ہیں:

فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأُمُورِ يَسْتَحْسِنُونَ أَشْيَاءَ، لَمْ يَأْتِ فِي كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ وَّلَا عَمِلَ بِأَمْثَالِهَا السَّلَفُ الصَّالِحُ، فَيَعْمَلُونَ بِمُقْتَضَاهَا وَيُثَابِرُونَ عَلَيْهَا، وَيُحَكِّمُونَهَا طَرِيقًا لَّهُمْ مَّهْيَعًا وَّسُنَّةً لَّا تُخْلِفُ، بَلْ رُبَّمَا أَوْجَبُوهَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ.

”اہل بدعت بیسیوں ان کاموں کو مستحب جانتے ہیں، جن پر کتاب وسنت میں دلیل ہی نہیں اور نہ سلف نے وہ کام کئے ہیں۔ بدعتی اس طرح کے کام دوام کے ساتھ کرتے ہیں اور انہیں اپنے لیے واضح راستہ اور سنت غیر معارضہ سمجھتے ہیں، بلکہ بعض اوقات اسے واجب بھی قرار دیتے ہیں۔“(الاعتصام : ١/٢١٢)

⑥ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (م : ٧٤٤ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَجُوزُ إِحْدَاثُ تَأْوِيلٍ فِي آيَةٍ أَوْ سُنَّةٍ لَّمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ السَّلَفِ، وَلَا عَرَفُوهُ وَلَا بَيَّنُوهُ لِلْأُمَّةِ، فَإِنَّ هٰذَا يَتَضَمَّنُ أَنَّهُمْ جَهِلُوا الْحَقَّ فِي هٰذَا، وَضَلُّوا عَنْهُ، وَاهْتَدٰى إِلَيْهِ هٰذَا الْمُعْتَرِضُ الْمُتَأَخِّرُ.

''کسی آیت یا حدیث کا ایسا مفہوم ومطلب لینا جائز نہیں، جو زمانہ سلف میں نہیں تھا، سلف نے یہ مفہوم نہیں سمجھا تھا اور امت کے لئے بیان نہیں کیا تھا۔ اگر ایسا مفہوم لینا جائز سمجھا جائے تو ماننا پڑے گا سلف اس بات کی حقیقت سے واقف نہ ہو سکے اور بعد میں آنے والا حقیقت کو پا گیا ہے۔''

(الصّارم المُنکي في الرّد علی السُّبکي، ص ۳۱۸)

⑦ امام ابن الانباری رحمہ اللہ (م: ۳۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ قَوْلًا يُّوَافِقُ هَوَاهُ، لَمْ يَأْخُذْ عَنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ، فَأَصَابَ، فَقَدْ أَخْطَأَ، لِحُكْمِهٖ عَلَى الْقُرْآنِ بِمَا لَا يُعْرَفُ أَصْلُهٗ، وَلَا يَقِفُ عَلٰى مَذْهَبِ أَهْلِ الْأَثَرِ وَالنَّقْلِ فِيهِ.

''جس شخص نے قرآنِ کریم کی تفسیر میں اپنی خواہش سے ایسی بات کہی، جو ائمہ سلف سے ثابت نہیں، اگر وہ درست ہے، تو بھی غلط ہے، کیونکہ اس نے قرآنِ کریم پر ایسا حکم لگایا ہے، جس کی وہ دلیل نہیں جانتا تھا اور نہ ہی وہ اس بارے میں اہل اثر ونقل (سلف) کے مذہب پر واقف ہوا ہے۔''

(الفقیہ والمتفقّہ للخطیب: ۲۲۳/۸، وسندہٗ صحیحٌ)

⑧ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ وَالْأَئِمَّةَ إِذَا كَانَ لَهُمْ فِي تَفْسِيرِ الْآيَةِ قَوْلٌ وَجَاءَ قَوْمٌ فَسَّرُوا الْآيَةَ بِقَوْلٍ آخَرَ لِأَجْلِ مَذْهَبٍ اعْتَقَدُوهُ وَذٰلِكَ الْمَذْهَبُ لَيْسَ مِنْ مَذَاهِبِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ صَارُوا مُشَارِكِينَ لِلْمُعْتَزِلَةِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ فِي مِثْلِ هٰذَا، وَفِي الْجُمْلَةِ مَنْ عَدَلَ عَنْ مَذَاهِبِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَتَفْسِيرِهِمْ إِلٰى مَا يُخَالِفُ ذٰلِكَ كَانَ مُخْطِئًا فِي ذٰلِكَ بَلْ مُبْتَدِعًا وَّإِنْ كَانَ مُجْتَهِدًا مَغْفُورًا لَّهٗ خَطَؤُهٗ فَالْمَقْصُودُ بَيَانُ طُرُقِ الْعِلْمِ وَأَدِلَّتِهٖ وَطُرُقِ الصَّوَابِ وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنَّ الْقُرْآنَ قَرَأَهُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَتَابِعُوهُمْ وَأَنَّهُمْ كَانُوا أَعْلَمَ بِتَفْسِيرِهٖ وَمَعَانِيهِ كَمَا أَنَّهُمْ أَعْلَمُ بِالْحَقِّ الَّذِي بَعَثَ اللّٰهُ بِهٖ رَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ خَالَفَ قَوْلَهُمْ وَفَسَّرَ الْقُرْآنَ بِخِلَافِ تَفْسِيرِهِمْ فَقَدْ أَخْطَأَ فِي الدَّلِيلِ وَالْمَدْلُولِ جَمِيعًا .

’’صحابہ وتابعین کا قرآن کی تفسیر میں ایک قول ہو اور بعد والے اپنے مذہب کی تائید میں اس قول کے خلاف بات کہہ دیں، تو یہ انداز فکر صحابہ وتابعین والا نہیں، بلکہ مشرکین اور معتزلہ والا ہے، خلاصہ کلام یہ کہ مذہب صحابہ وتابعین کے مخالف بات کہنے والا خطا کار بلکہ بدعتی ہے، اگر مجتہد ہوا، تو اس خطا پر اجر پائے گا، ہمارا مقصد علم کے راستوں اور دلائل کا بیان اور ان میں سے درست راستے کی نشاندہی ہے، ہمیں معلوم ہے کہ قرآن صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے پڑھا تھا

اور وہ لوگ قرآن کا معنی وتفسیر ہم سے اسی طرح زیادہ جانتے، جس طرح حق ہم سے زیادہ جانتے تھے، تو جس نے ان کی مخالفت میں بات کہی یا تفسیر قرآن میں ان کی مخالفت کی وہ دلیل و مدلول دونوں میں خطا کار ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی : ۳۶۲/۱۳)

⑨ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (م:۷۵۱ھ) لکھتے ہیں :

إِنَّ إِحْدَاثَ قَوْلٍ فِي تَفْسِيرِ كِتَابِ اللّٰهِ الَّذِي كَانَ السَّلَفُ وَالْأَئِمَّةُ عَلٰى خِلَافِهٖ يَسْتَلْزِمُ أَحَدَ الْأَمْرَيْنِ، إِمَّا أَنْ يَّكُونَ خَطَأً فِي نَفْسِهٖ، أَوْ تَكُونَ أَقْوَالُ السَّلَفِ الْمُخَالِفَةُ لَهٗ خَطَأً، وَلَا يَشُكُّ عَاقِلٌ أَنَّهٗ أَوْلٰى بِالْغَلَطِ وَالْخَطَأِ مِنْ قَوْلِ السَّلَفِ .

''فہم سلف اور ائمہ سنت کے خلاف قرآن کی تفسیر بیان کرنے سے دو باتوں میں سے ایک بات لازم آتی ہے، بیان کرنے والا خود غلط ہو گا یا سلف کے اقوال غلط ہوں گے اور کسی عقلمند کے لئے اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ سلف کی مخالفت کرنے والے کی بات غلطی اور خطا پر مبنی ہے۔''

(مختصر الصّواعق المُرسَلة : ۱۲۸/۲)

مقصد یہ ہے کہ عید میلاد کا کوئی شرعی ثبوت یا جواز ہوتا، تو سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت میلاد منانے میں پہل کرتے، اگر انھوں نے یہ کام نہیں کیا تو یقیناً جائز نہیں ہے۔

⑩ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (م:۷۹۲ھ) لکھتے ہیں :

صَارُوا يَبْتَدِعُونَ مِنَ الدَّلَائِلِ وَالْمَسَائِلِ مَا لَيْسَ بِمَشْرُوعٍ، وَّيَعْرِضُونَ عَنِ الْأَمْرِ الْمَشْرُوعِ .

”بعض مشروع کام سے اعراض برت کر ایسے کام گھڑنے لگے ہیں، جن کا شریعت سے تعلق ہی نہیں۔“(شرح العقيدة الطّحاوية : ٥٩٣)

⑪ علامہ سیوطی رحمہ اللہ (م:۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

مِثْلُ طَوَائِفَ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ اعْتَقَدُوا مَذَاهِبَ بَاطِلَةً وَّعَمَدُوا إِلَى الْقُرْآنِ فَتَأَوَّلُوهُ عَلٰى رَأْيِهِمْ وَلَيْسَ لَهُمْ سَلَفٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَا فِي رَأْيِهِمْ وَلَا فِي تَفْسِيرِهِمْ.

”اہل بدعت کے مختلف گروہ ہیں، یہ باطل عقائد کے حامل ہیں اور دلائل قرآنیہ کو اپنی آراء کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ ان کی روائے اور ان کی بیان کردہ تفسیر صحابہ وتابعین کی آراء وتفاسیر سے ہٹ کر ہوتی ہیں۔“(الإتقان : ٢٠٦/٤)

عید میلاد

عید میلاد کا قرآن وحدیث اور اجماع امت میں کوئی ثبوت نہیں، اگر اس کی دلیل ہوتی، تو صحابہ کرام اور سلف صالحین کو اس کا علم ہوتا اور وہ ضرور اس پر عمل کرتے۔

① علامہ فاکہانی رحمہ اللہ (م: ۷۳۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ عَمَلَ الْمَوْلِدِ بِدْعَةٌ مَّذْمُومَةٌ.

”عید میلاد مذموم بدعت ہے۔“(الحاوي للفتاوِي للسّيوطي: ۱۹۰/۱ [۲٤])

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ لِهٰذَا الْمَوْلِدِ أَصْلًا فِي كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ، وَّلَا يُنْقَلُ عَمَلُهٗ عَنْ أَحَدٍ مِّنْ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ الَّذِينَ هُمُ الْقُدْوَةُ فِي الدِّينِ الْمُتَمَسِّكُونَ بِآثَارِ الْمُتَقَدِّمِينَ، بَلْ هُوَ بِدْعَةٌ أَحْدَثَهَا الْبَطَّالُونَ وَشَهْوَةُ نَفْسٍ اعْتَنٰى بِهَا الْأَكَّالُونَ.

”مجھے کتاب وسنت میں میلاد کی کوئی دلیل نہیں ملی، یہ عمل میں ہمارے پیشوا اور فہم سلف کے امین علماء سے منقول نہیں ہے۔ بلکہ یہ بدعت ہے، اسے باطل پرستوں نے ایجاد کیا ہے، یہ نفسانی خواہش کا نتیجہ ہے، جسے شکم پرور لوگوں نے گھڑ لیا ہے۔“(الحاوي للسّيوطي: ۱۹۰/۱۔ ۱۹۱)

② علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م: ۷۹۰ھ) نے بھی عید میلاد کو بدعت قرار دیا ہے۔

(الاعتصام: ۳۹/۱)

③ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ مَا يُحْدِثُهٗ بَعْضُ النَّاسِ إِمَّا مُضَاهَاةً لِّلنَّصَارٰى فِي مِيلَادِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِمَّا مَحَبَّةً لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْظِيمًا، وَّاللّٰهُ قَدْ يُثِيبُهُمْ عَلٰى هٰذِهِ الْمَحَبَّةِ وَالْاِجْتِهَادِ لَا عَلَى الْبِدَعِ مِنِ اتِّخَاذِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِيدًا، مَعَ اخْتِلَافِ النَّاسِ فِي مَوْلِدِهٖ، فَإِنَّ هٰذَا لَمْ يَفْعَلْهُ السَّلَفُ، مَعَ قِيَامِ الْمُقْتَضِي لَهٗ وَعَدَمِ الْمَانِعِ مِنْهُ لَوْ كَانَ خَيْرًا، وَلَوْ كَانَ هٰذَا خَيْرًا مَّحْضًا، أَوْ رَاجِحًا لَكَانَ السَّلَفُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَحَقَّ بِهٖ مِنَّا، فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَشَدَّ مَحَبَّةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْظِيْمًا لَّهٗ مِنَّا، وَهُمْ عَلَى الْخَيْرِ أَحْرَصُ.

''اسی طرح بعض لوگوں نے عید میلا دعیسیٰ کی مشابہت میں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم میں عید میلا د ایجاد کر لی ہے، اللہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و اجتہاد کا اجر تو دے گا، لیکن عید میلا د پر اجر نہیں ملے گا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت میں اختلاف بھی ہے۔

یہ کام سلف صالحین نے نہیں کیا، حالانکہ اس کا تقاضا (تعظیم رسول) موجود تھا اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی۔ اگر یہ کام بالکل خیر والا یا زیادہ خیر والا ہوتا، تو اسلاف اس پر عمل کے ہم سے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم میں ہم سے بڑھ کر تھے اور وہ نیکی کے زیادہ طلب گار تھے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقيم، ص ۲۹۵، وفي نسخة: ۱۲۳/۲)

شیخ الاسلام اور عید میلاد:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ عبارت بعض لوگ سمجھ نہیں پائے اور شیخ رحمہ اللہ سے عید میلاد النبی کے جواز کو منسوب کر دیا، حالانکہ ایسا بالکل بھی نہیں، وہ تو واضح طور پر اسے بدعت قرار دے رہے ہیں، ان کی مراد صرف یہ تھی کہ جو لوگ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر ایسا کرتے ہیں، انہیں اس محبت کا ثواب تو ملے گا، جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روا رکھی، مگر جب انہوں نے اس محبت کو جشن عید میلاد کی شکل دے دی، تو بدعت بن گئی۔

۞ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی اس عبارت کا بھی بالکل یہی مطلب ہے:

تَعْظِيمُ الْمَوْلِدِ، وَاتِّخَاذُهُ مَوْسِمًا، قَدْ يَفْعَلُهُ بَعْضُ النَّاسِ، وَيَكُونُ لَهُ فِيهِ أَجْرٌ عَظِيمٌ لِّحُسْنِ قَصْدِهٖ، وَتَعْظِيمِهٖ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یوم ولادت کی تعظیم میں بعض لوگوں نے اسے عید بنا لیا ہے، انہیں حسن نیت اور تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اجر عظیم ملے گا۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم لمُخالفة أصحاب الجحیم : ۱۲۶/۲)

رہا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ کہنا لپ انہیں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ثواب ملے گا، تو یہ ان کی خطا ہے، دنیا کی ہر بدعت کا محرک حسن نیت یا تعظیم رسول ہی ہوتا ہے، تو کیا ہر بدعت پر گناہ کے ساتھ ساتھ اجر بھی ہے؟

سلف صالحین نے آج تک ایسی بات نہیں کی، بلکہ وہ بدعت کو صرف وبال جان

سمجھتے تھے، بدعت اور بدعتی ہر دو کی مذمت کرتے تھے، ایسا شاذ نظریہ کسی نے پیش نہیں کیا کہ ایک ہی کام بیک وقت بدعت بھی ہو اور باعث اجر بھی، اللہ ان کی خطا معاف فرمائے۔

④ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَصْلُ عَمَلِ الْمَوْلِدِ بِدْعَةٌ لَّمْ تُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنَ السَّلَفِ الصَّالِحِ مِنَ الْقُرُونِ الثَّلَاثَةِ .

''میلاد کی اصل بدعت ہے۔ یہ عمل تین (مشہود لہا بالخیر) زمانوں کے سلف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں۔'' (الحاوي للفتاوي للسّيوطي : ۱/۱۹۶)

⑤ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م:۷۳۷ھ) فرماتے ہیں:

فَإِنْ خَلَا مِنْهُ وَعَمِلَ طَعَامًا فَقَطْ وَنَوٰى بِهِ الْمَوْلِدَ وَدَعَا إِلَيْهِ الْإِخْوَانَ، وَسَلِمَ مِنْ كُلِّ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ، فَهُوَ بِدْعَةٌ بِنَفْسِ نِيَّتِهٖ فَقَطْ؛ لِأَنَّ ذٰلِكَ زِيَادَةٌ فِي الدِّينِ وَلَيْسَ مِنْ عَمَلِ السَّلَفِ الْمَاضِينَ، وَاتِّبَاعُ السَّلَفِ أَوْلٰى، وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أَنَّهٗ نَوَى الْمَوْلِدَ، وَنَحْنُ تَبَعٌ فَيَسَعُنَا مَا وَسِعَهُمْ .

''اگر میلاد گانے سے خالی ہو، صرف کھانا تیار کیا جائے، نیت میلاد کی ہو اور کھانے پر دوست احباب کو مدعو کیا جائے۔ یہ کام اگر مذکورہ قباحتوں سے خالی بھی ہو، تو یہ صرف میلاد کی نیت کی وجہ سے بدعت بن جائے گا، کیونکہ یہ دین میں زیادت ہے۔ سلف صالحین کا اس پر عمل نہیں۔ سلف کا اتباع ہی لائق عمل ہے۔ سلف صالحین میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ اس نے میلاد کی نیت سے

کوئی کام کیا ہو۔ ہم سلف صالحین کے پیروکار ہیں۔ ہمیں وہی عمل کافی ہو جائے گا، جو سلف کو کافی ہوا تھا۔'' (الحاوي للفتاوِي للسّيوطي : ١/١٩٥)

⑥ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (م : ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں :

لَمْ يَفْعَلْهُ أَحَدٌ مِّنَ الْقُرُوْنِ الثَّلاثَةِ، إِنَّمَا حَدَثَ بَعْدُ .

''یہ کام تینوں زمانوں (صحابہ، تابعین اور تبع تابعین) میں سے کسی نے نہیں کیا۔ یہ تو بعد میں ایجاد ہوا۔'' (جاء الحق از نعیمی : ۱/۲۳۶)

⑦ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (م : ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں :

أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ فِعْلَ ذٰلِكَ صَاحِبُ إِرْبِلَ الْمَلِكُ الْمُظَفَّرُ أَبُو سَعِيدٍ كُوكْبُرِي بْنُ زَيْنِ الدِّينِ عَلِيِّ بْنِ بَكْتَكِينَ .

''سب سے پہلے (موصل میں) جس نے اسے ایجاد کیا، وہ اربل کا بادشاہ مظفر ابوسعید کوکبری بن زین الدین علی بن بلتکین تھا۔'' (الحاوي للفتاوِي : ١/١٨٩ [٢٤])

❀ علامہ ابوالعباس احمد بن یحییٰ ونشریسی رحمہ اللہ (م : ۹۱۴ھ) لکھتے ہیں :

سُئِلَ سَيِّدِي أَحْمَدُ الْقِبَابَ عَمَّا يَفْعَلُهُ الْمُعَلِّمُوْنَ مِنْ وَقْدِ الشَّمْعِ فِي مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْتِمَاعِ الْأَوْلَادِ لِلصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْرَأُ بَعْضُ الْأَوْلَادِ مِمَّنْ هُوَ حَسَنُ الصَّوْتِ عَشَرًا مِّنَ الْقُرْآنِ وَيُنْشِدُ قَصِيْدَةً فِي مَدْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَجْتَمِعُ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ بِهٰذَا السَّبَبِ؟ فَأَجَابَ بِأَنْ قَالَ : جَمِيْعُ مَا وُصِفَتْ مِنْ مُحْدَثَاتِ الْبِدَعِ الَّتِي يَجِبُ قَطْعُهَا وَمَنْ قَامَ بِهَا أَوْ أَعَانَ عَلَيْهَا أَوْ سَعٰى

فِي دَوَامِهَا فَهُوَ سَاعٍ فِي بِدْعَةٍ وَّضَلَالَةٍ، وَيَظُنُّ بِجَهْلِهٖ أَنَّهٗ بِذٰلِكَ مُعَظِّمٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ بِمَوْلِدِهٖ، وَهُوَ مُخَالِفُ سُنَّتِهٖ مُرْتَكِبٌ لِّمَنْهِيَاتٍ نَهٰى عَنْهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُتَظَاهِرٌ بِذٰلِكَ مُحْدَثٌ فِي الدِّيْنِ مَا لَيْسَ مِنْهُ، وَلَوْ كَانَ مُعَظِّماً لَّهٗ حَقَّ التَّعْظِيْمِ لَأَطَاعَ أَوَامِرَهٗ فَلَمْ يُحْدِثْ فِي دِينِهٖ مَا لَيْسَ مِنْهُ، وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِمَا حَذَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهُ حَيْثُ قَالَ: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهٖ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾.

”میرے شیخ احمد قباب رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ولادتِ نبی ﷺ کے موقع پر شمعیں جلانا، آپ ﷺ پر درود پڑھنے کے لیے بچوں کو جمع کرنا، اچھی آواز والے بچوں سے قرآن کی دس آیات پڑھوانا، مدحت رسول ﷺ میں قصیدہ کہنا اوراس غرض سے مرد وزن کا جمع ہونا کیسا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: یہ تمام چیزیں بدعات ہیں، جن کا خاتمہ ضروری ہے، جو یہ کام کرتا یا اس میں تعاون کرتا ہے یا اس کے دوام میں کوشش کرتا ہے، تو اس کی سعی بدعت اور گمراہی ہے، وہ اپنی جہالت کی بنا پر میلاد منانا آپ ﷺ کی تعظیم سمجھتا ہے، حالانکہ وہ سنت کا مخالف اور ممنوع کاموں کا مرتکب ہے، وہ دین میں ایسے کام فروغ دے رہا ہے، جو اس میں شامل نہیں ہیں، اگر یہ نبی کریم ﷺ کی سچی تعظیم کرنے والا ہوتا، تو آپ ﷺ کے اوامر ونواہی پر عمل پیرا

ہوتا، دین میں بدعات ایجاد نہ کرتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی اس وعید کا مصداق بنتا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈر جانا چاہیے کہ کہیں اُن پر کوئی مصیبت نہ آن پہنچے اور وہ دردناک عذاب کے گھیرے میں نہ آ جائیں۔'' (المِعيار المُعرِب : ۴۸/۱۲)

اہل علم کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ عید میلاد سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے، بلکہ بعد کی ایجاد ہے۔

❁ ابن الحاج رحمہ اللہ (م : ۷۳۷ھ) نے کیا خوب کہا ہے:

اَلسَّعِيدُ السَّعِيدُ مَنْ شَدَّ يَدَهٗ عَلَى امْتِثَالِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالطَّرِيقِ الْمُوصِلَةِ إِلٰى ذٰلِكَ وَهِيَ اتِّبَاعُ السَّلَفِ الْمَاضِينَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ، لِأَنَّهُمْ أَعْلَمُ بِالسُّنَّةِ مِنَّا إِذْ هُمْ أَعْرَفُ بِالْمَقَالِ وَأَفْقَهُ بِالْحَالِ.

''کتنا خوش بخت ہے وہ شخص، جو کتاب وسنت پر عمل اور کتاب وسنت کی طرف پہنچانے والے راستے کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے۔ کتاب وسنت کی طرف پہنچانے والا راستہ سلف صالحین کا راستہ ہے، کیونکہ وہ سنت کو ہم سے بڑھ کر جاننے والے تھے۔ وہ قولِ رسول ﷺ کے زیادہ عالم، دین کے متعلق باتوں کو بخوبی جاننے والے اور اس وقت کے حالات زیادہ سمجھنے والے تھے۔''

(المَدخل : ۱۰/۲)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (م : ۷۹۵ھ) نے بھی بجا لکھا ہے:

أَمَّا مَا اتَّفَقَ عَلٰى تَرْكِهٖ فَلَا يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ لِأَنَّهُمْ مَا تَرَكُوهُ إِلَّا عَلٰى عِلْمٍ أَنَّهٗ لَا يُعْمَلُ بِهٖ .

"جس کام کو چھوڑنے پر سلف نے اتفاق کیا ہو، اس پر عمل جائز نہیں، کیونکہ انہوں نے یہ جان کر ہی اسے چھوڑا ہے کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔"

(فضل علم السّلَف على علم الخَلَف، ص ٣١)

معلوم ہوا کہ سلف نے جس کام کو چھوڑنے پر اتفاق کرلیا ہو، وہ کام کرنا جائز نہیں، جشن عید میلاد اور ذکر ولادت پر کھڑا ہونا اور اس طرح کی دیگر بدعات وخرافات سلف صالحین، ائمہ اہل سنت اور متقدمین سے قطعاً ثابت نہیں ہیں، لہٰذا یہ امور بدعات سیئہ اور افعالِ شنیعہ ہیں۔

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ اور عید میلاد:

۞ علامہ سخاوی رحمہ اللہ (م:۹۰۲ھ) ابن الجزری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

إِذَا كَانَ أَهْلُ الصَّلِيبِ اتَّخَذُوا لَيْلَةَ مَوْلِدِ نَبِيِّهِمْ عِيدًا أَكْبَرَ فَأَهْلُ الْإِسْلَامِ أَوْلٰى بِالتَّكْرِيمِ وَأَجْدَرُ .

"جب اہل کتاب نے عیسی علیہ السلام کے یوم ولادت کو بڑی عید بنایا ہے، تو اہل اسلام اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو عید بنائیں۔"

(الأجوبة المَرضيّة فيما سئل السخاوي عنه من الأحاديث النّبوية : ٣/١١١٧)

۞ ملا علی قاری حنفی (م:۱۰۱۴ھ) ان کے تعاقب میں لکھتے ہیں:

قُلْتُ : مِمَّا يُرَدُّ عَلَيْهِ إِنَّا مَأْمُورُونَ بِمُخَالَفَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ .

’’میں کہتا ہوں کہ ان کے رد کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہمیں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔‘‘(المَورِد الرَّوِيّ في المَولِد النّبوي : ۲۹، ۳۰)

عید میلاد کی شرعی حیثیت

کتاب و سنت میں عید میلاد النبی کی اصل نہیں ملتی، اس کی ابتدا چوتھی صدی میں ہوئی، یہ سب سے پہلے مصر میں فاطمی شیعوں نے منایا۔

(الخِطَط للمَقريزي : ٤٩٠/١ وغيره)

اپنے نبی کے میلاد کو منانے والی بدعت اولا عیسائیوں میں شروع ہوئی تھی، پھر مسلمانوں میں بھی در آئی، مروجہ عید میلاد النبی ﷺ عید میلادِ عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور بدعت سیّئہ ہے، جبکہ کفار کی مشابہت اور ان کی رسومات پر عمل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام کے زمانہ، بلکہ خیر القرون کے تینوں زمانوں میں اس کا وجود نہیں ملتا، یہ بعد کی ایجاد ہے۔

❁ مفتی احمد یار خاں نعیمی صاحب نقل کرتے ہیں:

لَمْ يَفْعَلْهُ أَحَدٌ مِّنَ الْقُرُوْنِ الثَّلاثَةِ، إِنَّمَا حَدَثَ بَعْدُ .

''میلاد شریف قرون ثلاثہ میں کسی نے نہ کیا، بلکہ بعد میں ایجاد ہوا۔''

(جاء الحق : ۲۳۶/۱)

❁ جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین نے محافل میلاد نہیں منعقد کیں، بجا ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : ۱۷۹/۳)

❁ جناب عبد السمیع رامپوری صاحب لکھتے ہیں:

''یہ سامان فرحت وسرور اور وہ بھی مخصوص مہینے ربیع الاول کے ساتھ اور اس میں خاص وہی بارہواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں۔'' (انوارِ ساطعہ : ۱۵۹)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (م : ۷۹۵ھ) رقمطراز ہیں :

أَمَّا مَا اتَّفَقَ السَّلَفُ عَلٰى تَرْكِهٖ، فَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهٖ، لِأَنَّهُمْ مَا تَرَكُوهُ إِلَّا عَلٰى عِلْمٍ أَنَّهٗ لَا يُعْمَلُ بِهٖ .

''جس کام کے چھوڑنے پر سلف کا اتفاق ہو، اسے کرنا جائز نہیں، انہیں یہ علم تھا کہ یہ قابل عمل نہیں، اس لئے اسے چھوڑ دیا۔'' (فضل علم السّلَف، ص ۳۱)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بقول بدعت کی نشانی یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے کو متشابہات بہ طور دلائل لائے جاتے ہیں، شیخ رحمہ اللہ کی بات کسی نباض کی سی بات معلوم ہوتی ہے، ملاحظہ کیجئے :

شبہ نمبر ①

❁ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ (یونس : ۵۸)

''کہہ دیجئے! اللہ کے فضل ورحمت کی بنا پر خوش ہو جائیں۔''

اس کا ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے۔

''اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی مناؤ۔''

لغت عرب مگر اس ترجمہ کا ساتھ نہیں دیتی، تفصیل یہ ہے :

«فَرِحَ» کا معنی خوش ہونا یا خوشی محسوس کرنا ہوتا ہے، نہ کہ خوشی منانا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ﴾(التّوبة : ٨١)''(غزوہ تبوک سے) پیچھے رہ جانے والے (منافقین) خوش ہوئے۔''

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے جشن منایا تھا؟

صحیح بخاری (۱۹۱۵) میں ہے کہ جب سورت بقرہ کی آیت (۱۸۷) نازل ہوئی:

فَفَرِحُوْا بِهَا فَرْحًا شَدِيْداً .

''اس پر صحابہ کرام بہت خوش ہوئے۔''

کیا اس کا معنی یہ کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ نے جشن منایا، یعنی عید نزول آیت؟

اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا، فَقَالَ: مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْأَضْحٰى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، اہل مدینہ نے دو دن مقرر کیے ہوئے تھے، جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ دو دن کیسے؟ کہنے لگے: ہم زمانہ جاہلیت سے ہی ان دو دنوں میں کھیل کود کرتے چلے آ رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو عید الاضحیٰ اور عید الفطر

کی صورت میں ان سے بہتر دن عطا کیے ہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : ۱۱۳٤، سنن النسائي : ۱۵۵٦، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۲۹۴) نے ''امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔(بلوغ المرام من أدِلة الأحکام : ٤۹۷)

مسند احمد (۳/۲۵۰) میں حمید الطّویل نے سماع کی تصریح کی ہے۔

بطور تہوار اسلام میں صرف دو ہی عیدیں ہیں، تیسری عید کا کوئی تصور نہیں۔

عید غدیر خم :

شیعہ عید غدیر خم مناتے ہیں، اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں، علی بھی اس کے مولیٰ ہیں، یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اعزاز ہے۔

یہاں سوال اٹھتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو سب کے ہیں، صرف شیعہ کے تو نہیں، سو ہمیں بھی چاہیئے کہ اس دن ایک بڑی والی عید کا اہتمام کریں کیوں کہ خوشی کے موقع پر عید منانا قرآنی حکم ہے؟

لیکن جو احباب عید میلاد پر خوشی والی آیت کو دلیل بناتے ہیں، اسی خوشی والی آیت سے ثابت ہونے والی عید غدیر خم کو بدعت کہتے ہیں، کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس اعزاز پر ان کو خوشی نہیں یا ان کا استدلال ہی خطا ہے؟

عید میلاد عیسیٰ علیہ السلام :

عیسائی لوگ سیدنا عیسی علیہ السلام کے میلاد کے قائل ہیں، ان کے دنیا میں آنے کی خوشی

میں جشن مناتے ہیں اور اسے عید قرار دیتے ہیں، لیکن مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ ہمیں سیدنا عیسی علیہ السلام کی دنیا میں آمد کی خوشی عیسائیوں سے زیادہ ہے اور آج بھی وہ ان کا انتظار کر رہے ہیں، یہ ان کے ایمان کا جزو لازم ہے، تو کیا اس بنیاد پر ان کا یوم ولادت بطور عید منانا چاہیے؟ اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے، یہ خوشی کا اظہار ہے اور ہم بھی خوشی کے اظہار کے لئے عید میلاد عیسی منائیں؟

نیز ''سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی خوشیاں منا رہے ہیں۔'' کا نعرہ یہاں بھی بلند کیا جائے؟

کیا لوگوں سے کہا جائے کہ آپ کو سیدنا عیسی علیہ السلام کے دنیا میں آنے کی خوشی نہیں ہے، اس لئے آپ یوم ولادت نہیں مناتے، آپ گستاخ عیسی نبی اللہ ہیں؟

عید المائدہ یا عید العشا:

❁ مفتی احمد یار خاں نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی ﴿رَبَّنَآ أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّأَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا﴾ (المائدۃ : ١١٤) **معلوم ہوا کہ مائدہ آنے** کے دن کو حضرت مسیح علیہ السلام نے عید کا دن بنایا۔'' (جاء الحق : ١/٢٣١)

عیدیں ہر شریعت کی اپنی ہیں، ہمیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ دی گئیں ہیں۔

ورنہ جس دن سیدنا عیسی علیہ السلام نے عید منائی، اس دن آپ عید کیوں نہیں مناتے؟ کیا سیدنا عیسی علیہ السلام کی خوشی میں شریک نہیں آپ؟ اگر شریک ہیں اور یقیناً ہیں، تو اس کار خیر سے پیچھے رہ جانے کا کیا جواز؟

عید الأم :

اہل یورپ مدر ڈے (Mother Day) مناتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ایک دن ماں جیسی انمول نعمت کے نام ہونا چاہئے، حالاں کہ ہمارے معاشرے میں ماں کو جو تقدس اوراحترام حاصل ہے، اہل یورپ کے ہاں تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں،تو ہم لوگ ماں کے نام سے عید کیوں نہیں بنا لیتے ؟ ماں سے محبت نہیں؟ یاماں کو اللہ کی نعمت نہیں سمجھتے ؟

آخر میں عرض ہے کہ کسی روز وقت نکال کر ان اشیا کی فہرست بھی پیش کر دیں، جنہیں آپ خدا کی نعمتیں جانتے ہیں اوران کی عیدوں کا شیڈول بھی سامنے لائیں تا کہ آپ کے دعوی ''کسی دینی کامیابی کے دن کوخوشی کا دن منانا جائز ہے۔'' نیز ''جس دن اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو، اس دن کوعید منانا جائز ہے۔'' پرعمل ہو جائے !

گستاخی معاف، مگر سوال یہ ہے کہ عید میلاد کا ذکر فقہ حنفیہ میں کیوں نہیں ملتا؟

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م : ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا اتِّخَاذُ مَوْسِمٍ غَيْرِ الْمَوَاسِمِ الشَّرْعِيَّةِ كَبَعْضِ لَيَالِي شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ الَّتِي يُقَالُ : إِنَّهَا لَيْلَةُ الْمَوْلِدِ، أَوْ بَعْضُ لَيَالِي رَجَبٍ، أَوْ ثَامِنَ عَشْرَ ذِي الْحِجَّةِ، أَوْ أَوَّلُ جُمُعَةٍ مِنْ رَجَبٍ، أَوْ ثَامِنُ شَوَّالٍ الَّذِي يُسَمِّيه الْجُهَّالُ : عِيدُ الْأَبْرَارِ، فَإِنَّهَا مِنْ الْبِدَعِ الَّتِي لَمْ يَسْتَحِبَّهَا السَّلَفُ وَلَمْ يَفْعَلُوهَا، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ .

''شریعت کی مقرر کردہ عیدوں کے علاوہ دوسری عیدیں، مثلا ربیع الاول میں عید میلاد، رجب کی بعض راتیں، اٹھارہ ذی الحجہ، رجب کا پہلا جمعہ، یا آٹھ شوال کی

عید، جسے جاہل لوگ عید الابرار کا نام دیتے ہیں، اس لئے بدعت ہیں کہ سلف نے انہیں منایا اور نہ انہیں مستحب سمجھا۔ واللہ اعلم۔''

(الفتاوی الکبریٰ : ٤/٤١٤، مجموع الفتاوٰی : ٢٥/٢٩٨)

شبہ نمبر ②

❀ سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ يَّعْنِي مِنْ أَصْحَابِهٖ فَقَالَ : مَا أَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوا : جَلَسْنَا نَدْعُو اللّٰهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِدِينِهٖ، وَمَنَّ عَلَيْنَا بِكَ، قَالَ : آللّٰهُ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ؟ قَالُوا : آللّٰهُ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذٰلِكَ، قَالَ : أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهَمَةً لَكُمْ، وَإِنَّمَا أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ایک حلقے میں تشریف لائے اور فرمایا : کیسے بیٹھے ہیں؟ صحابہ نے عرض کی : اللہ سے دعا کر رہے ہیں اور اس کی تعریف کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت دی اور آپ کی صورت ہم پر احسان کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم ! کیا صرف اسی مقصد کے لیے بیٹھے ہیں؟ عرض کیا : اللہ کی قسم ! صرف اسی مقصد کے لئے، فرمایا: میں نے یہ قسم کسی بدگمانی کی وجہ سے نہیں لی، بلکہ (وجہ یہ ہے) ابھی جبرائیل میرے پاس آئے تھے اور

انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے آپ پر فخر کرتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٤/٩٢، سنن النّسائي : ٥٤٢٨، سنن التّرمذي : ٣٣٧٩، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث سے مروّجہ جشن عید میلاد کے جواز پر استدلال درست نہیں:

کسی ثقہ امام نے اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں کیا، اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا وہ حلقہ اللہ تعالیٰ کے احسانات پر اسکی تعریف بیان کر رہا تھا اور دعا کر رہا تھا، نہ کہ نبی کریم ﷺ کے یومِ ولادت پر جشن منا رہا تھا، اس پر سہا گہ یہ کہ متعدد علما نے اس جشن کو بدعت مذمومہ قرار دیا ہے۔ مطلب یہ کہ عید میلاد عہد صحابہ میں نہیں تھی۔ (المَدخل : ٢/٢٢٩، ٢٣٤، الحاوي للفتاوِي : ١/١٩٠۔ ١٩١)

شبہ نمبر ③

❁ مفتی احمد یار خاں نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی: ﴿رَبَّنَآ أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّأَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا﴾ (المائدة : ١١٤) معلوم ہوا کہ مائدہ آنے کے دن کو حضرت مسیح علیہ السلام نے عید کا دن بنایا۔'' (جاء الحق : ١/٢٣١)

عیدیں ہر شریعت کی اپنی ہیں، ہمیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ دی گئیں ہیں۔

ورنہ جس دن سیدنا عیسی علیہ السلام نے عید منائی، اس دن آپ عید کیوں نہیں مناتے؟ کیا سیدنا عیسی علیہ السلام کی خوشی میں شریک نہیں آپ؟ اگر شریک ہیں اور یقیناً ہیں، تو اس کار خیر سے پیچھے رہ جانے کا کیا جواز؟

شبہ نمبر ④

۞ قَالَ عُرْوَةُ : وثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِّأَبِي لَهَبٍ، كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا، فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ، قَالَ لَهُ : مَاذَا لَقِيتَ؟ قَالَ أَبُو لَهَبٍ : لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هٰذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ .

''عروہ بن زبیر رحمہ اللہ تابعی کا بیان ہے کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی، ابولہب نے اسے آزاد کر دیا، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا، موت کے بعد اس کے اہل خانہ میں سے کسی نے خواب میں اسے بری حالت میں دیکھا، اس نے اس (ابولہب) سے پوچھا، تو نے کیا پایا ہے؟ ابولہب بولا کہ تمہارے بعد میں نے کوئی راحت نہیں پائی، ماسوائے اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے اس (انگوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان گڑھے (مصنّف عبدالرزاق : ۶۲/۹، ح : ۱۶۳۵۰، اس کی سند امام عبدالرزاق صنعانی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے) سے پلایا جاتا ہوں۔''

(صحيح البخاري معلقًا : ۷٦٤/۲، تحت الحديث : ۵۱۰۱، نصب الرّاية للزّيلعي : ۱٦۸/۳)

① یہ عروہ بن زبیر کا مرسل قول ہے، لہٰذا ضعیف و نا قابل استدلال ہے، حیرانی ہے کہ جو لوگ عقائد میں خبر واحد کو حجت نہیں مانتے، وہ تابعی کے اس ''ضعیف'' قول سے استدلال لے رہے ہیں!

② ایک کافر کے بعض اہل خانہ کے خواب کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

③ یہ خواب نص قرآنی کے خلاف ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾

(اللّھب : ۱۔۲)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے اور وہ خود بھی ہلاک ہوگیا، اسے اس کے مال اور اعمال نے کچھ فائدہ نہ دیا۔''

④ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَدِمْنَا إِلٰى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا﴾

(الفرقان : ۲۳)

''ہم ان کے اعمال کا جائزہ لیں گے اور انہیں اڑتا ہوا غبار بنا دیں گے۔''

⑤ یہ ثابت نہیں کہ اس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس وجہ سے آزاد کیا تھا کہ اس نے ابولہب کو نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی تھی، لہٰذا نعیمی صاحب کا یہ کہنا درست نہیں:

''بات یہ تھی کہ ابولہب حضرت عبداللہ کا بھائی تھا، اس کی لونڈی ثویبہ نے آ کر اس کو خبر دی کہ آج تیرے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند (محمد رسول اللہ) پیدا ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم، اس نے خوشی میں اس لونڈی کو انگلی کے اشارے سے کہا کہ جا تو آزاد ہے۔'' (جاء الحق: ۲۳۵/۱)

شبہ نمبر ⑤

سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، أَنَّ رَجُلًا، مِنَ اليَهُودِ قَالَ لَهٗ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَءُ ونَهَا، لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ اليَهُودِ

نَزَلَتْ، لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ اليَوْمَ عِيدًا، قَالَ : أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ : ﴿اليَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾(المائدة : ٣) قَالَ عُمَرُ : قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ، وَالمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ .

''ایک یہودی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: امیرالمومنین! مسلمانوں کی کتاب میں ایک ایسی عظیم الشان آیت ہے، آپ اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں، اگر وہ ہمارے دین میں نازل ہوتی، تو ہم اسے عید کا دن قرار دیتے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کون سی آیت؟ کہا :﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾(المائدة : ٣) ''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں اس دن اور اس جگہ سے واقف ہوں، جہاں یہ آیت نازل ہوئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن عرفہ میں کھڑے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔''

(صحيح البخاري : ٤٥، صحيح مسلم : ٣٠١٧)

یہ آیت کریمہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھی، تو ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا تھا، وہ کہنے لگا: اگر یہ آیت ہمارے دین میں نازل ہوتی، تو ہم اس کے یوم نزول کو یوم عید بناتے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي يَوْمِ عِيدَيْنِ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ، وَيَوْمِ عَرَفَةَ .

''یہ تو نازل ہی اس دن ہوئی تھی، جس دن دو عیدیں (یوم عرفہ اور یوم جمعہ) اکٹھی تھیں۔'' (سنن الترمذي : ٣٠٤٤، وسندهٗ صحيحٌ)

اس واقعہ سے عید میلاد کا استدلال اصحاب رسول اور ائمہ سنت پر حرف گیری ہے، یہودی کی مراد صرف یہ تھی کہ ہمیں اس دن خوشی ہوتی اور جلیل القدر صحابی نے جواب دیا کہ خوشی تو ہے اور یہ آیت نازل بھی اس دن ہوئی، جس دن دو عیدیں یعنی دو خوشیاں اکٹھی تھیں، ویسے عمر رضی اللہ عنہ نے اس دن کو عید تکمیل دین کے نام سے خاص کیوں نہیں کیا؟ وہ ہر جمعہ کو عید تکمیل دین قرار دے دیتے، یوم عرفہ کو عید تکمیل دین کا نام دیتے یا کم از کم جب بھی جمعہ اور یوم عرفہ اکٹھے ہوتے اس دن کو عید تکمیل دین کا نام دے لیا ہوتا، کچھ تو ہوتا۔ آخر صحابہ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ صاف ظاہر ہے کہ صحابہ ایسا کام نہیں کرنا چاہتے تھے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، ان کے ہاں ایسی خوشی کا وجود نہیں تھا، جو تعلیمات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل نہ ہو، اس واقعہ سے عید میلاد کا استدلال سوال گندم جواب چنا کی قبیل سے ہے۔

وے حیرت کہ جو لوگ بستیوں میں جمعہ کے قائل ہی نہیں، ان کے نزدیک جمعہ کو عید کہہ کر عید میلاد کا استدلال کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟ مطلب جمعہ عید تو ہے، مگر صرف شہر والوں کے لئے بستی والوں کے لئے تو وہ ایک عام دن ہے۔ اس دن بھی نماز ظہر ادا کریں گے یا اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ جمعہ سرے سے عید ہی نہیں، شہریوں کے لئے بھی جمعہ صرف خانہ پُری کا نام ہے، ورنہ انہیں احتیاطی ظہر کا نہ کہتے، پھر عید میلاد شیعوں سے مستعار لی گئی ہے، کبھی سوچئے تو، کہیں ایسا تو نہیں شیعہ فہم دین میں صحابہ، تابعین اور ائمہ محدثین سے بڑھ گئے ہیں۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!

وفات النبی ﷺ

نبی کریم ﷺ کے یومِ ولادت میں اختلاف کیا گیا ہے۔

❀ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وُلِدَ نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ .

''ہمارے نبی کریم ﷺ کی ولادت دس محرم کو ہوئی ہے۔''

(غنية الطّالبين : ٣٩٢/٢، طبع بيروت)

یہ اختلاف اپنی جگہ پر، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جو لوگ بارہ ربیع الاول کو جشن میلادِ النبی ﷺ مناتے ہیں، ان کے نزدیک آپ کی تاریخ وفات کونسی ہے؟

❀ جناب احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

''نبی ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو ہے اور اسی میں وفات شریف ہے۔''

(ملفوظات : ۲۲۰/۲)

❀ نیز وفات النبی ﷺ کے متعلق کہتے ہیں:

''قول مشہور ومعتمد جمہور دوازدہم ربیع الاول شریف ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ: ۴۱۵/۲۶)

جناب احمد رضا خاں کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کی ولادت اور وفات ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی ہے، کچھ عرصہ پہلے لوگ بارہ ربیع الاول کو ''بارہ وفات'' کہہ کر پکارا جاتا تھے اور ''ختم شریف'' ہوتا تھا۔

بارہ ربیع الاول کو صحابہ کی غم کے مارے کیا حالت تھی، غموں نے کس قدر ان کو نڈھال کر رکھا تھا، اپنے محبوب نبی ﷺ کی جدائی میں کس قدر غمگین تھے، اس کا کچھ اندازہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے:

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَمَا نَفَضْنَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْدِي وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهٖ حَتّٰى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا .

''نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں (ہجرت فرما کر) تشریف لائے تھے،تو مدینہ کی ہر چیز (خوشی سے) چمک اٹھی تھی، مگر جس روز آپ ﷺ نے وفات پائی، مدینہ کی ہر چیز (غم سے) تاریک ہو گئی تھی، ہم خود رسول اللہ ﷺ کو دفن کر رہے تھے، مٹی ابھی نہیں جھاڑی تھی اور ہمارے دل اس حادثہ فاجعہ کو تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں تھے۔''

(سنن التّرمذي : ٣٦١٨، سنن ابن ماجه : ١٦٣١، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ، امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٦٣٤) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (١/ ٥٧) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م: ٧٧٤ھ) فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الصَّحِيْحَيْنَ .

''اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔'' (البداية والنّهاية : ٢٧٤/٥)

۞ جعفر بن سلیمان ضبعی کے متعلق حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ وَثَّقَ كَثِيرٌ مِّنَ الْأَئِمَّةِ الْمُتَقَدِّمِينَ .

”اسے کثیر متقدمین نے ثقہ قرار دیا ہے۔“ (شرح صحيح مسلم : ١٥٠/٣)

۞ اس حدیث پر امام بیہقی رحمہ اللہ (م: ٤٥٨ھ) نے باب قائم کیا ہے:

بَابُ مَا جَاءَ فِي عِظَمِ الْمُصِيبَةِ الَّتِي نَزَلَتْ بِالْمُسْلِمِينَ بِوَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سبب مسلمانوں کو شدید صدمہ پہنچنے کا بیان۔“

(دلائل النّبوة : ٢٦٥/٧)

۞ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت بایں الفاظ مروی ہے:

شَهِدْتُهُ يَوْمَ دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَمَا رَأَيْتُ يَوْمًا قَطُّ، كَانَ أَحْسَنَ وَلَا أَضْوَأَ مِنْ يَوْمٍ دَخَلَ عَلَيْنَا فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَهِدْتُهُ يَوْمَ مَوْتِهِ، فَمَا رَأَيْتُ يَوْمًا كَانَ أَقْبَحَ، وَلَا أَظْلَمَ مِنْ يَوْمٍ مَاتَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”جس روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، میں اس دن مدینے ہی میں تھا، یہ اتنا خوب صورت دن تھا کہ اس سے زیادہ حسین اور روشن دن میں نے نہیں دیکھا اور جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، تو بھی میں وہیں موجود تھا، میں نے اس سے زیادہ (غم کے حوالے سے) قبیح اور زیادہ تاریک دن نہیں دیکھا۔“

(سنن الدّارمي : ٨٩، وسندهٗ صحيحٌ)

ایک ضعیف روایت:

❀ البتہ جس روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَظْلَمَتِ الْمَدِينَةُ، حَتّٰى لَمْ يَنْظُرْ بَعْضُنَا إِلٰى بَعْضٍ، وَكَانَ أَحَدُنَا يَبْسُطُ يَدَهٗ، فَلَا يُبْصِرُهَا، فَمَا فَرَغْنَا مِنْ دَفْنِهٖ حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا.

"جس دن نبی کریم ﷺ نے وفات پائی، مدینہ منورہ میں اتنا اندھیرا چھا گیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے، ہم میں کوئی اگر اپنا ہاتھ دراز کرتا، تو وہ اسے دکھائی نہیں دیتا تھا، ہم آپ ﷺ کی تدفین سے فارغ کر چکے تھے اور ہمارے دل اسے مان نہیں رہے تھے۔" (دلائل النّبوة للبيهقي: ٢٦٥/٧)

سند سخت ضعیف ہے، محمد بن یونس الکدیمی سخت مجروح اور متروک ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک من گھڑت روایت:

❀ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَمَّا رُمِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلِّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ تْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَوَقَفَتْ عَلٰى قَبْرِهٖ وَأَخَذَتْ قُبْضَةً مِّنْ تُرَابِ الْقَبْرِ، فَوَضَعَتْهُ عَلٰى عَيْنِهَا وَبَكَتْ وَأَنْشَأَتْ تَقُوْلُ:

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ ...... أَلَا يَشَمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا ...... صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا .

''رسول اللہ ﷺ کو دفن کیا گیا تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی قبر مبارک پر آ کھڑی ہوگئیں، وہاں سے لپ بھر مٹی اٹھا کر دیدوں پہ سجا دی۔ پھر روتی رہیں اور اشعار پڑھنے لگیں:

جس نے نبی کریم ﷺ کی مبارک قبر کی مٹی سونگھی ہے، اسے اچانک زمانے میں کوئی مصیبت پیش نہ آئے۔ میرے بابا کی وفات کی وجہ سے مجھ پر ایسے غم ٹوٹ پڑے ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتے، تو دن راتوں میں بدل جاتے۔''

(الدّرة الثّمينة لابن النجار، ص ١٣٩؛ اتحاف الزائر لأبي اليمن، ص ١٦٧)

باطل روایت ہے، مجہولین کی گھڑی ہوئی ہے۔

① احمد بن محمد الکاتب کون ہے؟ تعین اور توثیق درکار ہے۔

② طاہر بن یحییٰ بن حسین بن جعفر کی توثیق نہیں مل سکی۔

③ یحییٰ بن حسین بن جعفر کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

④ ابو جعفر باقر رحمہ اللہ کا سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے، لہٰذا یہ مرسل بھی ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م: ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّا يُنْسَبُ إِلٰى فَاطِمَةَ، وَلَا يَصِحُّ .

''سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب روایت ثابت نہیں۔''

(سير أعلام النّبلاء : ١٣٤/٢)

❀ رفیق غار، نبی کریم ﷺ کے حضر و سفر کے ساتھی اور خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غم کی حالت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یوں بیان کرتی ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، فَوَضَعَ فَمَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى صُدْغَيْهِ، وَقَالَ : وَانَبِيَّاهْ، وَاخَلِيلَاهْ، وَاصَفِيَّاهْ.

''نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہوں نے اپنا چہرہ نبی ﷺ کی آنکھوں کے درمیان رکھ دیا اور ہاتھ نبی ﷺ کی کنپٹیوں پر رکھ دیئے، کہنے لگے: ہائے میرے نبی، ہائے میرے خلیل، ہائے میرے دوست!۔'' (مسند الإمام أحمد : ٣١/٦، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے جری و بہادر نبی اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات کا سن کر شدتِ غم میں گھٹنوں کے بل گر گئے تھے:

❀ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ : اجْلِسْ يَا عُمَرُ، فَأَبٰى عُمَرُ أَنْ يَجْلِسَ، فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ، وَتَرَكُوا عُمَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ، قَالَ اللّٰهُ : ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿الشَّاكِرِينَ﴾ (آل عمران : ١٤٤)، وَقَالَ : وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ، فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ، فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِّنَ النَّاسِ

إِلَّا يَتْلُوهَا .

فَأَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ عُمَرَ قَالَ : وَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ، حَتّٰى مَا تُقِلُّنِي رِجْلَايَ، وَحَتّٰى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِينَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا، عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ .

''سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اس وقت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے، سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر! بیٹھ جائیں، لیکن سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہ بیٹھے، لوگ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی، اللہ نے خود فرمایا ہے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿الشَّاكِرِينَ﴾(آل عمران : ١٤٤)

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں......''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ کی قسم! ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس آیت کے نزول کے متعلق پہلے کسی کو خبر ہی نہ تھی، لوگوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ آیت سیکھی، لوگ سنتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے۔

راویٔ حدیث امام زہری رحمہ اللہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا، جب میں نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا، میں سکتہ میں آ گیا اور ایسے محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں سہار پائیں گے اور میں زمین پر گر جاؤں گا، جب میں نے ان آیات کی تلاوت سنی، تو مجھے یقین ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واقعی وفات پا گئے ہیں۔'' (صحيح البخاري : ٤٤٥٤)

❁ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جگر گوشۂ رسول، سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کے غم کی حالت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

لَمَّا دَفَنَّا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَجَعْنَا قَالَتْ فَاطِمَةُ : يَا أَنَسُ، أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ دَفَنْتُمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التُّرَابِ وَرَجَعْتُمْ.

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہوکر واپس آئے، تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: انس! آپ نے کیسے گوارا کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی تلے دفن کر کے خود واپس چلے آئے۔'' (مسند الإمام أحمد : ٢٠٤/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

اور ہم اس دن خوشی مناتے ہیں! نادانستہ ہی سہی، لیکن یہ قباحت سرزد تو ہم سے ہو رہی ہے؟ صرف اس پر بس نہیں، بلکہ عید میلاد کے تحت بے شمار بدعات، خرافات، ہفوات، ترہات، بیسیوں محرمات اور منکرات نے جنم لیا ہے، روضۂ رسول کی شبیہ، شرکیہ نعتیں، مجلس کے آخر میں قیام اس عقیدت سے کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں خود حاضر ہوتے ہیں، (العیاذ باللہ)، شیرینی تقسیم کرنا، دیگیں پکانا، دروازے اور پہاڑیاں بنانا، عمارتوں پر چراغاں کرنا، جھنڈیاں لگانا، ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریفین کی تصویر بنانا،

مخصوص لباس پہننا، تصویریں اتارنا، رقص ووجد کا اہتمام کرنا، شب بیداری کرنا، اجتماعی نوافل، اجتماعی روزے، اجتماعی قرآن خوانی، عورتوں مردوں کا اختلاط، نوجوان لڑکوں کا جلوس میں شرکت کرنا اور عورتوں کا انہیں دیکھنا، آتش بازی، مشعل بردار جلوس، جو کہ عیسائیوں کا وطیرہ ہے، گانے بجانے، فحاشی وعریانی، فسق وفجور، دکھاوا اور ریا کاری، من گھڑت قصے کہانیوں اور جھوٹی روایات کا بیان، انبیا، ملائکہ، صحابہ کرام کے بارے میں شرکیہ اور کفریہ عقیدے کا اظہار، قوالی، لہو ولعب، مال ودولت اور وقت کا ضیاع وغیرہ، بلکہ اب تو ان پروگراموں میں بدامنی، لڑائی جھگڑا اور قتل وغارت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ خدارا! ان برائیوں کا سد باب کیجئے جو کہ اس صورت ہی ممکن ہے کہ بدعت میلاد سے چھٹکارا حاصل کرلیں۔

قیام میلاد کی شرعی حیثیت

نبی کریم ﷺ کا ذکر سن کر یا میلاد کا ذکر کرتے ہوئے تعظیماً کھڑے ہو جانے کا عمل بے ثبوت و بے اصل ہے، اس کی بنیادیں محض نفسانی خواہشات پہ اٹھائی گئی ہیں اور غلو ان کا گلابہ ہے۔ احکامات شرعیہ کا ثبوت قرآن و حدیث، اجماع امت اور فہم سلف سے بیان ہوتا ہے اور ان تمام مصادر میں قیام میلاد کا ذکر کیا اشارہ بھی نہیں ملتا، لیکن :

❁ ایک صاحب کہتے ہیں :

”نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام کھڑے ہو کر پڑھنا انبیائے کرام کی سنت ہے۔“

ان کے دلائل پر تبصرہ تو آئندہ سطور میں کیا جائے گا، سر دست اس حوالے سے اہل علم کا بیان ملاحظہ فرمالیں۔

❁ علامہ محمد بن یوسف، صالحی، شامی رحمہ اللہ (م: ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں :

جَرَتْ عَـادَةُ كَثِيرٍ مِّنَ الْمُحِبِّينَ إِذَا سَمِعُوا بِذِكْرِ وَصْفِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقُومُوا تَعْظِيمًا لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا الْقِيَامُ بِدْعَةٌ، لَا أَصْلَ لَهٗ .

”نبی اکرم ﷺ کی محبت کے بہت سے دعوے داروں میں یہ عادت رواج پا گئی ہے کہ وہ جب آپ ﷺ کی کسی صفت کا ذکر سنتے ہیں، تو آپ ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ قیام ایسی بدعت ہے، جس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں۔“ (سبل الهدٰی والرّشاد : ۱/۴۱۵)

❁ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی (م:۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

مِنْهَا أَيْ مِنَ الْقِصَصِ الْمُخْتَلَقَةِ الْمَوْضُوعَةِ مَا يَذْكُرُونَهٗ مِنْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْضُرُ بِنَفْسِهٖ فِي مَجَالِسِ وَعْظٍ عِنْدَ ذِكْرِ مَوْلِدِهٖ، بَنَوْا عَلَيْهِ الْقِيَامَ عِنْدَ ذِكْرِ الْمَوْلِدِ تَعْظِيمًا وَّإِكْرَامًا، وَهٰذَا أَيْضًا مِّنَ الْأَبَاطِيلِ، لَمْ يَثْبُتْ ذٰلِكَ بِدَلِيلٍ، وَمُجَرَّدُ الْاِحْتِمَالِ وَالْإِمْكَانِ خَارِجٌ عَنْ حَدِّ الْبَيَانِ.

''اہل بدعت کے بیان کردہ من گھڑت قصوں میں ایک قصہ یہ بھی ہے کہ جن مجالس میں نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جائے، آپ ﷺ ان مجالس میں بنفس نفیس تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اسی کو بنیاد بنا کر انہوں نے آپ کی ولادت کے ذکر وقت قیام کی طرح ڈالی ہے، یہ جھوٹی باتیں ہیں، کسی دلیل سے ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ یہ اعمال احتمالات و امکانات پہ کھڑے کئے گئے ہیں اور پر بھی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔'' (الآثار المرفوعة لعبد الحي، ص ٤٦)

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی (م:۹۷۴ھ) کہتے ہیں:

نَظِيرُ ذٰلِكَ فِعْلُ كَثِيرٍ عِنْدَ ذِكْرِ مَوْلِدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَضْعِ أُمِّهٖ لَهٗ مِنَ الْقِيَامِ، وَهُوَ أَيْضًا بِدْعَةٌ، لَمْ يَرِدْ فِيهِ شَيْءٌ عَلٰى أَنَّ النَّاسَ إِنَّمَا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ تَعْظِيمًا لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَالْعَوَامُّ مَعْذُورُونَ لِذٰلِكَ بِخِلَافِ الْخَوَاصِّ.

''نبی کریم ﷺ کی ولادت کا ذکر کرتے ہوئے بہت سے لوگوں کا تعظیما

کھڑے ہو جانا بھی ایک بدعت ہے۔اس پر کوئی دلیل نہیں ملتی۔لوگ یہ عمل تعظیم رسول کی نیت سے کرتے ہیں،عوام بیچارے ناسمجھ معذور ہیں جب کہ خواص کی پکڑ ضرور ہوگی۔''

(الفتاوی الحدیثیّة، ص ۵۸)

پھر قیام میلاد کے حامیان باہم مختلف ہیں، اس سلسلے میں ان کے بیان نہیں ملتے اور بیان کا تضاد تحقیق کی عدالت میں قابل ملاحظہ و قابل قبول نہیں ہوتا، مثلاً:

بعض لوگوں کے مطابق نبی اکرم ﷺ بنفس نفیس اس محفل میں تشریف فرما ہوتے ہیں، جب کہ بعض کہتے ہیں:

''تاہم یہ بات ممکنات میں سے ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ روحانی طور پر محفل میلاد میں تشریف لائیں۔''

❁ بعض نے کہا ہے:

''ایسا ہونا گو بصورت معجزہ ممکن ہے۔'' وغیرہ

الّٰھم ! یہ سب ان کے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔قرآن وسنت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

اسی طرح بعض غالی صوفیا کا دعویٰ ہے کہ وہ حالت بیداری میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھتے ہیں یا نبی اکرم ﷺ ان کی میلادی محافل میں حاضر ہوتے ہیں وغیرہ،تو یہ بات کتاب وسنت اور اجماع امت کے صریح مخالف ہے، لہٰذا ان باتوں کا مقام وہی ہے، جو کہ جھوٹ کا ہوا کرتا ہے۔ نبی ﷺ فوت ہو چکے ہیں، اللہ کے پاس جا چکے ہیں اور فوت ہو جانے والے روز قیامت ہی اپنی قبروں سے نکالے جائیں گے، اس سے پہلے نہیں۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ۝ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تُبْعَثُوْنَ﴾

(المؤمنون : ۱۵۔ ۱۶)

''تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو اور تم روز قیامت زندہ کیے جاؤ گے۔''

اللہ کریم بتا رہے ہیں کہ فوت شدگان روزِ قیامت ہی زندہ ہوں گے، دنیا سے ایک دفعہ چلے جانے کے بعد واپس نہیں آئیں گے۔ جو کہتا ہے کہ انسان فوت ہو جانے کے بعد بھی واپس آسکتے ہیں، تو وہ حق کی خلاف ورزی کا مرتکب ہے، حق جسے سلف صالحین نے پہچانا تھا اور جس پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ چلتے رہے ہیں۔

بعض دیوبندی اکابر بھی نبی اکرم ﷺ کے بعد از وفات محافل میلاد میں تشریف لانے اور آپ کے ذکر پر قیام کو جائز قرار دیتے ہیں، جیسا کہ

حاجی امداد اللہ مکی صاحب (م : ۱۳۱۷ھ) کہتے ہیں :

''البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے، تو کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے، لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔''

(امداد المشتاق از اشرف علی تھانوی : ۵۶)

❀ جناب اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب میں ہے :

''جب مثنوی شریف ختم ہوگئی۔ بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی۔ گیارہ گیارہ بار سورت اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں۔ ایک عجز وبندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے، بلکہ

ناجائز شرک ہے۔ اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا، یہ جائز ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں۔ اس میں کیا خرابی ہے؟ اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے، نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے، جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آئے نام آنحضرت کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے؟ جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس سردارِ عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسمِ گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا؟'' (امداد المشتاق از تھانوی: ص ۸۸)

یہ قیاس مع الفارق ہے کہ عالم ارواح کو عالم اجساد پر قیاس کیا جائے، جبکہ دونوں کے احکام جدا جدا ہیں۔ سلف میں ان چیزوں کا کوئی بھی قائل نہیں رہا، قرآن و حدیث میں اس کا کہیں تذکرہ نہیں اور متاخر اہل علم نے بھی اسے بدعت قرار دیا ہے۔

کیا قیام، تعظیم کا جائز طریقہ ہے؟:

نبی اکرم ﷺ کی تعظیم ہر مؤمن کے ایمان کا جزو لازم ہے، لیکن اس تعظیم کی حدود کون متعین کرے گا؟ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا ہی حق ہے۔

❁ علامہ بشیر احمد سہسوانی رحمہ اللہ (م: ۱۳۲۶ھ) فرماتے ہیں:

نَحْنُ مَعَاشِرَ أَهْلِ الْحَدِيثِ نُعَظِّمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكُلِّ تَعْظِيمٍ جَاءَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الثَّابِتَةِ، سَوَاءً كَانَ ذٰلِكَ التَّعْظِيمُ فِعْلِيًّا أَوْ قَوْلِيًّا أَوِ اعْتِقَادِيًّا، وَالْوَارِدُ فِي الْكِتَابِ الْعَزِيزِ

وَالسُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي غَايَةِ الْكَثْرَةِ ـ ـ ـ ـ ـ، وَأَهْلُ الْبِدَعِ؛ فَمُعْظَمُ تَعْظِيمِهِمْ تَعْظِيمٌ مُّحْدَثٌ كَشَدِّ الرِّحَالِ إِلٰى قَبْرِ الرَّسُولِ، وَالْفَرَحِ بِلَيْلَةِ وِلَادَتِهٖ، وَقِرَاءَةِ الْمَوْلِدِ، وَالْقِيَامِ عِنْدَ ذِكْرِ وِلَادَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقْبِيلِ الْإِبْهَامِ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، وَالتَّمَثُّلِ بَيْنَ يَدَيْهِ قِيَامًا، وَطَلَبِ الْحَاجَاتِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّذْرِ لَهٗ، وَمَا ضَاهَاهَا، وَأَمَّا التَّعْظِيمَاتُ الثَّابِتَةُ؛ فَهُمْ عَنْهَا بِمَرَاحِلَ .

”ہم تمام اہل حدیث رسول اکرم ﷺ کی ہر وہ تعظیم بجا لاتے ہیں، جو قرآنِ کریم اور سنت ثابتہ میں وارد ہے، خواہ وہ تعظیم فعلی ہو، قولی ہو یا اعتقادی۔ قرآن عزیز اور سنت مطہرہ میں اس طرح کی بہت زیادہ تعظیم موجود ہے۔۔۔ لیکن اہل بدعت کی تعظیم کی حد یہ ہے کہ وہ لوگ کوئی بدعت جاری کر لیتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی طرف شد رحال، ولادت رسول کی رات جشن، مولد کی قرائت، آپ ﷺ کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا، اذان میں مؤذّن کے أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ کہنے کے وقت انگوٹھے چومنا، آپ ﷺ کی قبر مبارک کے سامنے بت بن کر کھڑے ہونا، آپ ﷺ سے حاجات طلب کرنا اور آپ ﷺ کے نام کی نیاز دینا وغیرہ۔ یہ لوگ قرآن وسنت کی ثاب شدہ تعلیمات سے کوسوں دور ہیں۔“

(صيانة الإنسان عن وسوسة دحلان، ص ٢٤٤)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا تَعْظِيمُ الرُّسُلِ بِتَصْدِيقِهِمْ فِيمَا أَخْبَرُوا بِهِ عَنِ اللّٰهِ، وَطَاعَتِهِمْ فِيمَا أَمَرُوا بِهِ، وَمُتَابَعَتِهِمْ، وَمَحَبَّتِهِمْ، وَمُوَالَاتِهِمْ.

''انبیا ورسل کی تعظیم کا انحصار ان باتوں ہے کہ انبیا کی لائی ہوئی خبروں کی تصدیق کی جائے، ان کے احکام کی پیروی کی جائے، ان سے محبت وموالاۃ رکھی جائے۔'' (كتاب الردّ على الأخنائي، ص ٢٤۔٢٥)

❁ جب کہ نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''تعظیم میں کوئی پابندی نہیں، بلکہ جس زمانہ میں اور جس جگہ جو طریقہ بھی تعظیم کا ہو، اس طرح کرو، بشرطیکہ شریعت نے اس کو حرام نہ کیا ہو، جیسے کہ تعظیمی سجدہ ورکوع۔ اور ہمارے زمانہ میں شاہی احکام کھڑے ہو کر بھی پڑھے جاتے تھے۔ لہٰذا محبوب کا ذکر بھی کھڑے ہو کر ہونا چاہیے۔ دیکھو ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ میں مطلقا کھانے پینے کی اجازت ہے کہ ہر حلال غذا کھاؤ پیو، تو بریانی، زردہ، قورما سب ہی حلال ہوا خواہ خیر القرون میں ہو یا نہ ہو۔'' (جاء الحق، جلد ا ص ۲۵۴)

اگر نبی اکرم ﷺ کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا آپ ﷺ کی تعظیم ہے، تو صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین، ائمہ دین اور سلف صالحین اس تعظیم سے محروم کیوں تھے؟ کہاں ہمارے نبی اکرم ﷺ کی تعظیم جو کہ دین وایمان ہے اور کہاں کھانے پینے کے دنیاوی مسائل۔ قرآن وسنت کی روشنی میں مسلّم اصول ہے کہ دینی معاملات میں کرنے کی دلیل ضروری ہے، جبکہ دنیاوی معاملات میں منع کی دلیل۔

کسی کی تعظیم میں کھڑا ہونا ناجائز ہے:

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا كَانَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ شَخْصًا مِّنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَا يَقُومُ لَهٗ أَحَدٌ مِّنْهُمْ، لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ سے بڑھ کر محبت کسی نے نہیں کی، لیکن کوئی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑا نہیں ہوتا تھا، وہ جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند نہیں کرتے۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٣٤/٣، سنن الترمذي : ٢٧٥٤، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م : ٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَكُنْ عَادَةُ السَّلَفِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخُلَفَائِهِ الرَّاشِدِينَ أَنْ يَّعْتَادُوا الْقِيَامَ كُلَّمَا يَرَوْنَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا يَفْعَلُهٗ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں یہ رواج نہیں رہا کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو جائیں، اب یہ رواج عام ہو چکا ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی : ٣٧٤/١)

کسی صحابی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں یا آپ کے ذِکر کی تعظیم میں کھڑے ہونا

قطعاً ثابت نہیں ہے۔

❁ **ابومجلز لاحق بن حمید تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ عَامِرٍ، فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَّجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَامِرٍ: اجْلِسْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا؛ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ کے پاس آئے، تو ابن عامر کھڑے ہو گئے، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کھڑے نہیں ہوئے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر سے کہا: بیٹھ جائیے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ آدمی اس کے لیے بت بن کر کھڑے ہوں، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کر لے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: ٥٨٦/٨، مسند الإمام أحمد: ٩١/٤، ٩٣، ١٠٠، مسند عبد بن حميد: ٤١٣، الأدب المفرد للبخاري: ٩٧٧، سنن أبي داوٗد: ٥٢٢٩، سنن التّرمذي: ٢٧٥٥، تهذيب الآثار للطّبري: ٥٦٨/٢، ٥٦٩، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔

❁ تهذيب الآثار للطّبري (٥٦٧/٢، ٥٦٨، وسندهٗ حسنٌ) **میں الفاظ ہیں:**

خَرَجَ مُعَاوِيَةُ ذَاتَ يَوْمٍ، فَوَثَبُوا فِي وَجْهِهٖ قِيَامًا، فَقَالَ: اجْلِسُوا، اجْلِسُوا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَرَّهٗ أَنْ يَّسْتَخِمَّ بَنُو آدَمَ قِيَامًا؛ دَخَلَ النَّارَ.

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن باہر تشریف لائے، تو لوگ ان کے سامنے جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ فرمایا: بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص چاہے کہ لوگ میرے لئے تعظیما اٹھ کھڑے ہوں، وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

❁ محدث البانی رحمہ اللہ (م: ۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

دَلَّنَا هٰذَا الْحَدِيثُ عَلٰى أَمْرَيْنِ؛ الْأَوَّلُ تَحْرِيمُ حُبِّ الدَّاخِلِ عَلَى النَّاسِ الْقِيَامَ مِنْهُمْ لَهٗ، وَهُوَ صَرِيحُ الدَّلَالَةِ بِحَيْثُ أَنَّهٗ لَا يَحْتَاجُ إِلٰى بَيَانٍ، وَالْآخَرُ كَرَاهَةُ الْقِيَامِ مِنَ الْجَالِسِينَ لِلدَّاخِلِ، وَلَوْ كَانَ لَا يُحِبُّ الْقِيَامَ، وَذٰلِكَ مِنْ بَابِ التَّعَاوُنِ عَلَى الْخَيْرِ، وَعَدَمِ فَتْحِ بَابِ الشَّرِّ، وَهٰذَا مَعْنًى دَقِيقٌ دَلَّنَا عَلَيْهِ رَاوِي الْحَدِيثِ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَذٰلِكَ بِإِنْكَارِهٖ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قِيَامَهٗ لَهٗ، وَاحْتَجَّ عَلَيْهِ بِالْحَدِيثِ، وَذٰلِكَ مِنْ فِقْهِهٖ فِي الدِّينِ، وَعِلْمِهٖ بِقَوَاعِدِ الشَّرِيعَةِ الَّتِي مِنْهَا سَدُّ الذَّرَائِعِ .

''اس حدیث سے ہمیں دو باتوں کا علم ہوتا ہے:

① پہلی بات تو صریح ہے کہ آنے والے کے لئے یہ خواہش رکھنا حرام ہے کہ لوگ میری تعظیم میں اٹھ کھڑے ہوں۔

② دوسری بات یہ کہ حاضرین مجلس کو خود اس کی تعظیم میں کھڑا نہیں ہونا چاہئے، یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے، جب یہ لوگ کھڑے نہ ہوں گے اور آنے والا اس کو

پسند نہ کرے گا، تو اس سے خیر پر تعاون ہوگا اور شر کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ اس لطیف معنی کا بیان راوی حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، انہوں نے عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ کو اپنے لیے کھڑے ہونے سے منع کیا اور انہیں حدیث سے دلیل دی۔ یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینی فقاہت ہے اور اس قواعد شریعت سے ان کی واقفیت کی دلیل ہے، سد ذرائع بھی شریعت کا ایک قاعدہ ہے۔''

(السِّلسلة الصّحيحة : ٦٢٩/١)

اس وعید کا تعلق قیام تعظیمی سے ہے، استقبال کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م : ۷۲۸ھ) ان الفاظ کا مطلب بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ذٰلِكَ أَنْ يَّقُومُوا لَهٗ وَهُوَ قَاعِدٌ، لَيْسَ هُوَ أَنْ يَّقُومُوا لِمَجِيئِهٖ إِذَا جَاءَ، وَلِهٰذَا فَرَّقُوا بَيْنَ أَنْ يُّقَالَ : قُمْتُ إِلَيْهِ، وَقُمْتُ لَهٗ، وَالْقَائِمُ لِلْقَادِمِ سَاوَاهُ فِي الْقِيَامِ بِخِلَافِ الْقَائِمِ لِلْقَاعِدِ.

''اس وعید کا تعلق ایسی صورت سے ہے کہ ایک شخص بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں، کسی کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا اس وعید میں نہیں آتا۔ اس لیے علما نے کسی کی طرف کھڑے ہونے اور کسی کے لیے کھڑے ہونے میں فرق کیا ہے۔ قیام استقبال میں، آنے والا اور اس کی طرف لپکنے والا برابر حیثیت میں کھڑے ہوتے ہیں، جب کہ بیٹھے ہوئے شخص کے لئے تعظیما کھڑے ہونے میں یہ برابری کی سطح ختم ہو جاتی ہے۔'' (مجموع الفتاوٰی : ٣٧٥/١)

❁ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا، فَأَخَذَ بِيَدِهَا، فَقَبَّلَهَا، وَأَجْلَسَهَا فِي

مَجْلِسِهٖ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا؛ قَامَتْ إِلَيْهِ، فَأَخَذَتْ بِيَدِهٖ فَقَبَّلَتْهُ، وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا .

”وہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آتیں، تو آپ ﷺ ان کے استقبال میں کھڑے ہوجاتے، ان کا ہاتھ تھام کر بوسہ دیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے، تو وہ آپ کے استقبال میں کھڑی ہوتیں، آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔“

(سنن أبي داوٗد : ٥٢١٧؛ سنن التّرمذي : ٣٨٧٢، وسندہٗ صحیحٌ)

اس روایت کو امام ابن حبان (٦٩٥٢) اور امام حاکم (٢٦٤/٤) رحمہما اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یعنی استقبال کے لیے قیام جائز ہے، بظاہر یہ روایت ان احادیث کے معارض ہے، جن میں کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے، لیکن ان کے درمیان جمع و تطبیق ہوسکتی ہے:

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (م : ٧٥١ھ) لکھتے ہیں :

اَلْمَذْمُومُ الْقِيَامُ لِلرَّجُلِ، وَأَمَّا الْقِيَامُ إِلَيْهِ لِلتَّلَقِّي إِذَا قَدِمَ؛ فَلَا بَأْسَ بِهٖ، وَبِهٰذَا تَجْتَمِعُ الْأَحَادِيثُ .

”کسی آدمی کے لیے تعظیما کھڑا ہونا مذموم ہے اور کسی کے استقبال کے لئے کھڑے ہونے میں حرج نہیں۔ اس سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔“

(شرح ابن القیّم لسنن أبي داوٗد مع عون المعبود : ١٢٧/١٤)

ایک وضاحت:

✿ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

اشْتَكٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّيْنَا وَرَائَهٗ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَأَبُو بَكْرٍ يُّسْمِعُ النَّاسَ تَكْبِيرَهٗ، فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا فَرَآنَا قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْنَا، فَقَعَدْنَا، فَصَلَّيْنَا بِصَلَاتِهٖ قُعُودًا، فَلَمَّا سَلَّمَ؛ قَالَ: إِنْ كِدْتُمْ آنِفًا لَّتَفْعَلُونَ فِعْلَ فَارِسَ وَالرُّومِ، يَقُومُونَ عَلٰى مُلُوكِهِمْ، وَهُمْ قُعُودٌ، فَلَا تَفْعَلُوا، ائْتَمُّوا بِأَئِمَّتِكُمْ إِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِنْ صَلّٰى قَاعِدًا؛ فَصَلُّوا قُعُودًا.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں اس طرح نماز ادا کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر کی آواز لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف توجہ کی اور ہمیں کھڑے محسوس کیا، تو اشارے کے ذریعے بیٹھنے کا حکم دیا۔ ہم بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی آپ نے ایرانیوں اور رومیوں جیسا طرز عمل اپنا رکھا تھا، وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور بادشاہ بیٹھے رہتے ہیں، آپ اپنے امام کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہ کریں۔ اگر وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرے، آپ بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کریں اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے، تو آپ بھی بیٹھ کر نماز ادا کریں۔'' (صحیح مسلم : ٤١٣)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (م:٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ النَّهْيُ عَنْ قِيَامِ الْغِلْمَانِ وَالتُّبَّاعِ عَلٰى رَأْسِ مَتْبُوعِهِمُ الْجَالِسِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ، وَأَمَّا الْقِيَامُ لِلدَّاخِلِ إِذَا كَانَ مِنْ أَهْلِ الْفَضْلِ وَالْخَيْرِ؛ فَلَيْسَ مِنْ هٰذَا، بَلْ هُوَ جَائِزٌ، قَدْ جَاءَ تْ بِهٖ أَحَادِيثُ، وَأَطْبَقَ عَلَيْهِ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ.

''حدیث میں مذکورہ ممانعت اس قیام کے متعلق ہے، جو چھوٹے بچے اور خادم بغیر ضرورت کے اپنے آقاؤں کے سر کی جانب کھڑے ہوتے ہیں اور وہ (بادشاہ وغیرہ) بیٹھے ہوتے ہیں۔ باقی جو قیام اہل فضل و خیر کی آمد پر ہوتا ہے، وہ اس وعید میں شامل نہیں ہے، وہ تو جائز ہے۔ اس بارے میں احادیث بیان ہوئی ہیں اور سلف وخلف کا اس (کے جواز) پر اتفاق ہے۔''

(شرح صحيح مسلم: ١٣٥/٤)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ أَنَّهٗ أَمَرَهُمْ بِتَرْكِ الْقِيَامِ الَّذِي هُوَ فَرْضٌ فِي الصَّلَاةِ، وَعُلِّلَ ذٰلِكَ بِأَنَّ قِيَامَ الْمَأْمُوْمِيْنَ مَعَ قُعُوْدِ الْإِمَامِ يُشْبِهُ فِعْلَ فَارِسَ وَّالرُّوْمِ بِعُظَمَائِهِمْ، فِي قِيَامِهِمْ وَهُمْ قُعُوْدٌ، وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ الْمَأْمُوْمَ إِنَّمَا نَوٰى أَنْ يَّقُوْمَ لِلّٰهِ لَا لِإِمَامِهٖ، وَهٰذَا تَشْدِيْدٌ عَظِيْمٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْقِيَامِ لِلرَّجُلِ الْقَاعِدِ، وَنَهْيٌ أَيْضًا عَمَّا يُشْبِهُ ذٰلِكَ، وَإِنْ لَّمْ يَقْصُدْ بِهٖ ذٰلِكَ، وَلِهٰذَا نُهِيَ عَنِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ بَيْنَ يَدَيِ

الرَّجُلِ، وَعَنِ الصَّلَاةِ إِلٰى مَا قَدْ عُبِدَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، كَالنَّارِ وَنَحْوِهَا، وَفِي هٰذَا الْحَدِيْثِ أَيْضًا نَهْيٌ عَمَّا يُشْبِهُ فِعْلَ فَارِسَ وَّالرُّوْمِ، وَإِنْ كَانَتْ نِيَّتُنَا غَيْرَ نِيَّتِهِمْ، لِقَوْلِهٖ : فَلَا تَفْعَلُوْا .

''اس حدیث میں ذکر ہے کہ امام بیٹھا ہو، تو مقتدیوں کے لئے بھی بیٹھنا فرض ہے، کہ امام کے بیٹھے ہونے کے باوجود مقتدیوں کا کھڑا رہنا فارسیوں اور رومیوں سے مشابہت رکھتا ہے، کیوں کہ وہ اپنے معززین کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ یہ صرف مشابہت کی وجہ سے ناجائز ہے، کیوں کہ مقتدی صرف اللہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے، اس کا قیام امام کے لئے ہوتا ہے۔ یہ ممانعت میں مبالغہ ہے، تعظیمی قیام کی مشابہت سے بھی منع کر دیا گیا، تو خود تعظیمی قیام کتنا قبیح عمل ہوگا، جیسا کہ اللہ کو سجدہ کرنا ضروری ہے، لیکن اللہ کو سجدہ کرتے وقت ایسی صورت اختیار کرنا ممنوع ہے، جس سے کسی بندے کو سجدہ ہونے کا گمان گزرے۔ اسی طرح معبودان باطلہ کی طرف منہ کر کے نماز سے روکا گیا ہے، جیسا کہ آگ اور اس جیسی دوسری چیزیں ہیں، چنانچہ اس حدیث میں مذکور فارسیوں اور رومیوں سے مشابہت والے قیام کی ممانعت ہے۔''

(اقتضاء الصّراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم : ١/٢٢٦_٢٢٧)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (م:۷۵۱ھ) لکھتے ہیں :

حَمْلُ أَحَادِيثِ النَّهْيِ عَنِ الْقِيَامِ عَلٰى مِثْلِ هٰذِهِ الصُّورَةِ مُمْتَنِعٌ، فَإِنَّ سِيَاقَهَا يَدُلُّ عَلٰى خِلَافِهٖ، وَأَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهٰى

عَنِ الْقِيَامِ لَهُ إِذَا خَرَجَ عَلَيْهِمْ، وَلِأَنَّ الْعَرَبَ لَمْ يَكُونُوا يَعْرِفُونَ هٰذَا، وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ فِعْلِ فَارِسَ وَّالرُّومِ، وَلِأَنَّ هٰذَا لَا يُقَالُ لَهُ قِيَامٌ لِلرَّجُلِ، إِنَّمَا هُوَ قِيَامٌ عَلَيْهِم فَفَرْقٌ بَيْنَ الْقِيَامِ لِلشَّخْصِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ، وَالْقِيَامِ عَلَيْهِ الْمُشَبَّهِ لِفِعْلِ فَارِسَ وَّالرُّومِ، وَالْقِيَامُ إِلَيْهِ عِنْدَ قُدُوْمِهِ الَّذِي هُوَ سُنَّةُ الْعَرَبِ، وَأَحَادِيثُ الْجَوَازِ تَدُلُّ عَلَيْهِ فَقَطْ.

''ممانعت والی احادیث کو ایسی صورت پر محمول کرنا ممکن نہیں، کیوں کہ اس حدیث کا سیاق اس کے خلاف ہے، نیز نبی کریم ﷺ تب منع فرماتے، جب آپ ﷺ باہر تشریف لاتے اور عربوں کے ہاں یہ طریقہ معروف نہیں تھا۔ یہ صرف فارسیوں اور رومیوں کا وطیرہ تھا۔ اسے کسی آدمی کے لیے کھڑا ہونا نہیں کہا جائے گا، بلکہ یہ تو کسی آدمی کے پاس کھڑے رہنا ہے۔ لہٰذا کسی بندے کے لیے کھڑے ہونا، جس سے منع کیا گیا ہے اور فارس وروم کے فعل سے مشابہ قیام، دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، جبکہ کسی آدمی کی آمد پر قیام عربوں کا طرزِ عمل ہے اور جو احادیث قیام کو جائز ثابت کرتی ہیں، وہ صرف اسی (دوسرے) قیام کے متعلق ہیں۔'' (تهذيب السّنن : ۹۳/۸)

عمرو بن سائب کی مرسل روایت:

عمرو بن السائب بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کے رضاعی والد آ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے

لیے اپنی چادر کا بعض حصہ بچھا دیا۔ وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ ﷺ کی رضاعی والدہ آئیں، تو آپ ﷺ نے چادر کی دوسری جانب ان کے لیے بچھا دی۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آ گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔'' (سنن أبي داود : ٥١٤٥)

سند مرسل ہونے کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا سے منسوب جھوٹ :

سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهِ فَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، ثُمَّ أَقْعَدَهُ عَنْ يَّمِينِهِ .

''سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے۔ جب آپ ﷺ نے انہیں آتے دیکھا، تو ان کے استقبال میں کھڑے ہو گئے، پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنی دائیں جانب بٹھا لیا۔'' (المعجم الكبير للطّبراني : ٢٣٥/١٠، تاريخ بغداد : ٦٣/١)

روایت جھوٹی ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

(ميزان الاعتدال : ٩٧/١)

❀ احمد بن رشدین ہلالی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

هُوَ الَّذِي اخْتَلَقَهُ بِجَهْلٍ .

''اسی نے اپنی جہالت کی بنا پر اسے گھڑا ہے۔'' (ميزان الاعتدال : ٩٧/١)

اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات (٤٠/٨) میں ذکر کیا ہے۔ یہ ان کا تساہل ہے۔

شبہات اوران کا ازالہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے تھے۔اس پر انہوں نے مذکورہ دلائل پیش کیے ہیں، ان دلائل کی فنی حیثیت ملاحظہ ہو:

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي مَسْجِدٍ يُّحَدِّثُنَا، فَإِذَا قَامَ، قُمْنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ دَّخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھے باتیں کرتے تھے۔جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے، تو ہم بھی کھڑے ہوجاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے، جب تک آپ ﷺ کو اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے گھر میں داخل ہوتا نہ دیکھ لیتے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٤٧٧٥، السّنن الكبرٰى للنّسائي : ٤٧٨٠، سنن ابن ماجه مختصرا : ٢٠٩٣، شعب الإيمان للبيهقي : ٨٩٣٠)

یہ حدیث کئی وجہ سے قیامِ تعظیمی کی دلیل نہیں بن سکتی:

① سند ''ضعیف'' ہے۔

❁ ہلال بن ابو ہلال مدنی کے بارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهٗ . ''میں اسے نہیں پہچانتا۔''(العلل : ١٤٧٦)

❁ امام ابن شاہین رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهٗ . ''میں اسے نہیں جانتا۔''(الثّقات : ١٢٤٥)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ . ”یہ غیر معروف ہے۔“(میزان الاعتدال : ٣١٧/٤)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ”مقبول“ (مستور الحال) کہا ہے۔

(تقریب التّہذیب : ٧٣٥١)

صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ”الثقات“ (٥٠٣/٥) میں ذکر کیا ہے، لہٰذا یہ ”مجہول الحال“ راوی ہے۔

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:٨٥٢ھ) فرماتے ہیں :

اَلَّذِي يَظْهَرُ لِي فِي الْجَوَابِ أَنْ يُّقَالَ : لَعَلَّ سَبَبَ تَأْخِيرِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلَ لِمَا يَحْتَمِلُ عِنْدَهُمْ مِّنْ أَمْرٍ يَّحْدُثُ لَهٗ حَتّٰى لَا يَحْتَاجَ إِذَا تَفَرَّقُوا أَنْ يَّتَكَلَّفَ اسْتِدْعَائَهُمْ، ثُمَّ رَاجَعْتُ سَنَنَ أَبِي دَاوٗدَ، فَوَجَدْتُّ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ مَا يُؤَيِّدُ مَا قُلْتُهٗ، وَهُوَ قِصَّةُ الْأَعْرَابِيِّ الَّذِي جَبَذَ رِدَائَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَعَا رَجُلًا فَأَمَرَهٗ أَنْ يَّحْمِلَ لَهٗ عَلٰى بَعِيرِهٖ تَمْرًا وَّشَعِيرًا، وَفِي آخِرِهٖ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا، فَقَالَ : انْصَرِفُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى .

”میرے خیال میں رسول اللہ ﷺ کے گھر میں داخل ہونے تک صحابہ کرام کرام شاید اس لئے کھڑے رہتے ہوں کہ مبادا نبی کریم ﷺ کو ہم سے کوئی کام پڑ جائے اور انہیں ہمیں بلانے کے مزید زحمت اٹھانی پڑے۔ پھر میں نے سنن ابی داود کی طرف رجوع کیا، تو اس حدیث کے آخر میں وہ الفاظ مل گئے، جو میری بات کی تائید کرتے ہیں۔ یہ ایک اعرابی کا واقعہ ہے، اس نے نبی ﷺ کی

چادر مبارک کو کھینچا۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بلایا اور حکم فرمایا کہ وہ اس اعرابی کے اونٹ پر کھجور اور جَو لاد دے، اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ آپ لوگوں پر رحم کرے، اب آپ جاسکتے ہیں۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : ۵۲/۱۱۔ ۵۳)

③ ملا علی قاری حنفی (م:۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

لَعَلَّهُمْ كَانُوا يَنْتَظِرُونَ رَجَاءَ أَنْ يَّظْهَرَ لَهٗ حَاجَةٌ إِلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ، أَوْ يَعْرِضَ لَهٗ رُجُوعٌ إِلَى الْجُلُوسِ مَعَهُمْ، فَإِذَا أَيِسُوا؛ تَفَرَّقُوا، وَلَمْ يَقْعُدُوا لِعَدَمِ حَلَاوَةِ الْجُلُوسِ بَعْدَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

''شاید کہ وہ اس امید سے انتظار کرتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کو ان میں سے کسی سے کوئی کام پڑ جائے یا آپ کا ان کی طرف دوبارہ آنے کا ارادہ بن جائے۔ جب وہ وہ سمجھتے کہ اب نبی کریم ﷺ نہیں آئیں گے یا نہیں بلائیں گے تو چلے جاتے۔ آپ کے بعد مجلس کا لطف باقی نہیں رہتا تھا۔''

(مِرقاة المفاتيح : ۴۸۸/۱۳)

لہٰذا اس سے یہ استدلال درست نہ ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہوتے تھے، پھر یہ تو غلط در غلط ہے کہ اس بات کو بنیاد بنا کر کوئی درودھ پڑھتے ہوئے تعظیما کھڑا ہونے لگے۔

④ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا قَدِمَ جَعْفَرٌ مِّنْ هِجْرَةِ الْحَبَشَةِ؛ تَلَقَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَعَانَقَهُ، وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَقَالَ : مَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا أَنَا أَسُرُّ؛ بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَوْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ؟

''جب جعفر رضی اللہ عنہ ہجرت حبشہ سے واپس آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ دو چیزوں میں زیادہ خوشی مجھے کس بات کی ہے، فتح خیبر کی یا جعفر کی آمد کی؟''

(المعجم الكبير : ۱۰۸/۲؛ المعجم الأوسط : ۲۰۰۳؛ المعجم الصغير للطبراني : ۳۰)

سند ''ضعیف'' ہے۔

❁ احمد بن خالد حرانی کے بارے امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ، لَيْسَ بِشَيْءٍ، مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَثْنٰى عَلَيْهِ .

''ضعیف ہے، کسی کام کا نہیں، میں نے کسی کو اس کی تعریف کرتے نہیں دیکھا۔''

(سؤالات حمزة السّهمي للدّارقطني، ص : ۱٤۸)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاهٍ . ''یہ کمزور راوی ہے۔'' (المغني : ٦٥/١)

❁ اس کے متابع انس بن سلم کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ . ''میں اسے پہچان نہیں سکا۔'' (مجمع الزوائد : ۲۷۱/۹)

اس کی متابعت عثمان بن محمد بن عثمان نے بھی کی ہے۔

(تاریخ بغداد للخطيب : ۲۹۲/۱۱)

اس کے بارے میں بھی تعدیل وتوثیق کا کوئی قول ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ روایت بھی ''ضعیف'' ہے۔

③ عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

لَمَّا بَلَغَ بَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَبْشَرَ، وَوَثَبَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا عَلٰى رِجْلَيْهِ، فَرَحًا بِقُدُومِهٖ.

”جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور آنے کی خوشی میں ان کے لیے جلدی سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔“

(المغازي للواقدي: ٢/٨٥٠۔ ٨٥٣، المستدرك للحاكم: ٣/٢٦٩)

جھوٹ کا پلندہ ہے۔ محمد بن عمر واقدی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ”ضعیف“ اور ”متروک“ ہے۔ نیز اس کا استاذ ابوبکر بن عبداللہ بن ابوسبرہ ”وضّاع“ (جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا) اور کذاب (جھوٹا) ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يَضَعُ الْحَدِيثَ.

”یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔“ (الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم: ٧/٣٠٦)

④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری قیام گاہ میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا:

فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهٗ، وَاللّٰهِ، مَا رَأَيْتُهٗ عُرْيَانًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ، فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ.

”رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف مکمل لباس کے بغیر اپنے کپڑے کو سنبھالتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے اور بعد کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل لباس کے بغیر کسی سے ملتے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معانقہ کیا اور انہیں بوسہ دیا۔“

(سنن التّرمذي : ٢٧٣٢، وقال : حسنٌ، شرح معاني الآثار للطّحاوي : ٩٢/٤)

سخت ترین ''ضعیف'' ہے۔

① ابراہیم بن یحییٰ بن محمد شجری ''لین الحدیث'' ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجر : ٢٦٨)

② یحییٰ بن محمد بن عباد مدنی شجری بھی ''ضعیف'' ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

كَانَ ضَرِيرًا يَتَلَقَّنُ .

''یہ نابینا تھا اور تلقین قبول کرتا تھا۔'' (تقريب التّهذيب : ٧٦٣٧)

③ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ مدنی ''مدلس'' ہیں۔

④ امام زہری رحمہ اللہ بھی مدلس ہیں۔

دونوں نے سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا روایت ''ضعیف'' ہے۔

تاریخ ابن عساکر (۳۶۰/۱۹) کی سند میں محمد بن عمر واقدی ''متروک'' ہے۔

⑤ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ بتایا:

قُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهٗ : بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَنْتَ أَحَقُّ بِهَا .

''میں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف کھڑا ہوا اور ان سے عرض کی : میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : ٦/١، مسند البزّار : ٤، مسند أبي يعلٰى : ٢٤)

سند ''رجل مبہم'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

⑥ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا وا بھیجا، تو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے، جب وہ مسجد کے قریب پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا:

قُومُوا إِلٰی سَیِّدِکُمْ . ''اپنے سردار کی طرف اُٹھیں!''

(صحيح البخاري : ٩٢٦/٢، ح : ٦٢٦٢، صحيح مسلم : ٩٥/٢، ح : ١٧٦٨)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے سردار کی تعظیم میں کھڑے ہو جاؤ، بلکہ مطلب یہ تھا کہ کھڑے ہو کر ان کو سواری سے اتارو، کیوں کہ اس وقت وہ زخمی تھے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

قُومُوا إِلٰی سَیِّدِکُمْ فَأَنْزِلُوهُ، فَقَالَ عُمَرُ : سَیِّدُنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ : أَنْزِلُوهُ، فَأَنْزَلُوهُ .

''اپنے سردار کی طرف لپکیں اور سواری سے نیچے اُتاریں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہمارا سردار اللہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد کو نیچے اُتاریں، تو صحابہ کرام نے انہیں نیچے اُتار دیا۔'' (مسند الإمام أحمد : ١٤١/٦۔١٤٢، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (٧٠٢٨) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

هٰذِهِ الزِّیَادَةُ تَخْدُشُ فِي الْاِسْتِدْلَالِ بِقِصَّةِ سَعْدٍ عَلٰی مَشْرُوعِیَّةِ الْقِیَامِ الْمُتَنَازَعِ فِیهِ .

''یہ زائد الفاظ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے واقعے سے متنازع فیہ (تعظیمی) قیام پر استدلال کو باطل قرار دیتے ہیں۔'' (فتح الباري : ٥١/١١)

❀ امام مسلم رحمہ اللہ (م: ٢٦١ھ) فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ فِي قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ حَدِيثًا أَصَحَّ مِنْ هٰذَا، وَهٰذَا الْقِيَامُ عَلٰى وَجْهِ الْبِرِّ لَا عَلٰى وَجْهِ التَّعْظِيمِ، أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ أَنْ يَّقُومُوا إِلٰى سَيِّدِهِمْ.

''میرے مطابق تعظیمی قیام کے متعلق یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے۔ البتہ اس قیام سے مراد بہ طور خوش خلقی کے کھڑا ہونا ہے، بہ طور تعظیم نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انصاریوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے سردار کی طرف لپکیں۔''

(المَدخل إلى السّنن للبيهقي : ٧٠٨، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (م: ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْقِيَامُ يَكُونُ عَلٰى وَجْهِ الْبِرِّ وَالْإِكْرَامِ، كَمَا كَانَ قِيَامُ الْأَنْصَارِ لِسَعْدٍ، وَقِيَامُ طَلْحَةَ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَلَا يَنْبَغِي لِلَّذِي يُقَامُ لَهٗ أَنْ يُّرِيدَ ذٰلِكَ مِنْ صَاحِبِهٖ، حَتّٰى إِنْ لَّمْ يَفْعَلْ حَنِقَ عَلَيْهِ، أَوْ شَكَاهُ، أَوْ عَاتَبَهٗ.

''اس قیام سے مراد حسن سلوک اور بطور عزت کھڑے ہونا ہے، جیسا کہ انصاریوں کا سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے لیے کھڑا ہونا ثابت ہے۔ البتہ جو آدمی اپنے لیے کسی کے کھڑے ہونے کو پسند کرے اور جو اس کے لیے کھڑا نہ ہو، اس پر غصے اور شکایت کے ساتھ ساتھ برہمی کا اظہار کرے، اس کے لیے کھڑا ہونا درست نہیں ہے۔''

(شعب الإيمان : ٢٧٧/١١)

❁ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (م: ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

عِنْدِي أَنَّهٗ لَا اخْتِلَافَ فِيهَا فِي الْحَقِيقَةِ، فَإِنَّ الْمعَانِيَ الَّتِي يَدُوْرُ عَلَيْهَا الْأَمْرُ وَالنَّهْيُ مُخْتَلِفَةٌ، فَإِنَّ الْعَجَمَ كَانَ مِنْ أَمْرِهِمْ أَنْ تَقُوْمَ الْخَدَمُ بَيْنَ أَيْدِي سَادَتِهِمْ، وَالرَّعِيَّةُ بَيْنَ أَيْدِي مُلُوْكِهِمْ، وَهُوَ مِنْ إِفْرَاطِهِمْ فِي التَّعْظِيْمِ، حَتّٰى كَادَ يَتَأَخَّمُ الشِّرْكَ، فَنُهُوْا عَنْهُ، وَإِلٰى هٰذَا وَقَعَتِ الْإِشَارَةُ فِي قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَام : كَمَا يَقُوْمُ الْأَعَاجِمُ .

''میں سمجھتا ہوں کہ ان احادیث اور روایات میں درحقیقت کچھ بھی اختلاف نہیں، کیونکہ جن معانی اور مقاصد پر امر اور نہی کا انحصار ہے، وہ مختلف ہیں، چنانچہ عجمیوں کا یہ دستور تھا کہ خدام اپنے آقاؤں کے سامنے اور رعیت کے لوگ بادشاہ کے سامنے (بیٹھتے نہیں تھے، بلکہ دست بستہ) کھڑے رہتے تھے۔ایسا کرنا تعظیم میں افراط تھا اور شرک کے ساتھ اس کے تانے بانے مل جاتے تھے۔ لہٰذا اس قسم کے قیام سے صحابہ کرام کو روک دیا گیا۔اسی بات کی طرف آپ ﷺ کے اس فرمان میں اشارہ موجود ہے کہ عجمیوں کی مانند کھڑے نہ ہو جائیں۔''

(حُجّة اللّٰه البالغة : ٣٠٦/٢)

❁ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ (م:۱۳۲۹ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ أَوْرَدَ الْمُؤَلِّفُ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيثَيْنِ دَالَّيْنِ عَلٰى جَوَازِ الْقِيَامِ، ثُمَّ تَرْجَمَ بَعْدَ عِدَّةِ أَبْوَابٍ بِلَفْظِ : بَابُ الرَّجُلِ يَقُومُ لِلرَّجُلِ يُعَظِّمُهٗ بِذٰلِكَ، وَأَوْرَدَ فِيهِ حَدِيثَيْنِ يَدُلَّانِ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الْقِيَامِ، فَكَأَنَّهٗ أَرَادَ

بِصَنِيعِهٖ هٰذَا الْجَمْعَ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ الْمُخْتَلِفَةِ فِي جَوَازِ الْقِيَامِ وَعَدَمِهٖ، بِأَنَّ الْقِيَامَ إِذَا كَانَ لِلتَّعْظِيمِ مِثْلَ صَنِيعِ الْأَعَاجِمِ؛ فَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، وَإِذَا كَانَ لِأَجْلِ الْعِلْمِ، وَالْفَضْلِ، وَالصَّلَاحِ، وَالشَّرَفِ، وَالْوُدِّ، وَالْمَحَبَّةِ؛ فَهُوَ جَائِزٌ.

''مصنف (امام ابو داؤد رحمہ اللہ) اس باب کے تحت دو احادیث لائے ہیں، یہ قیام کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، پھر کئی ایک ابواب کے بعد بایں الفاظ باب قائم کیا ہے: ''آدمی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا بیان'' اور اس میں بھی دو حدیثیں نقل کی ہیں، جن اس قیام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔گویا اس طرزِ عمل سے امام صاحب قیام کے جواز اور عدمِ جواز کے متعلق مختلف احادیث میں جمع وتطبیق کی یہ صورت بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جب قیام تعظیم کی خاطر ہو، جیسا کہ عجمی لوگ کرتے ہیں، تو یہ منع ہے اور جب قیام علم وفضل، نیکی وشرف اور الفت و محبت کی وجہ سے ہو، تو جائز ہے۔''(عون المعبود : ۸٤/۱٤)

❁ علامہ غزالی رحمہ اللہ (م: ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں:

اَلْقِيَامُ مَكْرُوْهٌ عَلٰى سَبِيْلِ الْإِعْظَامِ، لَا عَلٰى سَبِيْلِ الْإِكْرَامِ.

''تعظیم کی نیت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے، نہ کہ بطور اکرام واحترام۔''

(إحياء علوم الدّين : ۲۰۵/۲)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (م: ٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا إِكْرَامُ الدَّاخِلِ بِالْقِيَامِ؛ فَالَّذِي نَخْتَارُهُ أَنَّهُ مُسْتَحَبٌّ لِّمَنْ كَانَ فِيهِ فَضِيلَةٌ ظَاهِرَةٌ مِّنْ عِلْمٍ أَوْ صَلَاحٍ أَوْ شَرْفٍ أَوْ وَلَايَةٍ مَّصْحُوْبَةٍ

بِصِيَانَةٍ، أَوْلَهٗ وِلَادَةٌ أَوْ رَحْمٌ مَّعَ سِنٍّ وَّنَحْوِ ذٰلِكَ، وَيَكُوْنُ هٰذَا الْقِيَامُ لِلْبِرِّ وَالْإِكْرَامِ وَالْاِحْتِرَامِ، لَا لِلرِّيَاءِ وَالْإِعْظَامِ، وَعَلٰى هٰذَا الَّذِي اخْتَرْنَاهُ؛ اسْتَمَرَّ عَمَلُ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ .

''تعظیمی قیام سے متعلق ہمارا مختار مسلک یہ ہے کہ اس میں بظاہر فضل و کمال ہو، مثلاً وہ علم و معرفت، صلاح و تقویٰ، عزت و شرف، پرہیز گاری پر مبنی ولایت وجاہ، عمر کی درازی و کبرسنی اور رشتہ داری وقرابت وغیرہ ہو، تو اس کی وجہ سے ایسا کرنا مستحب ہے، بشرطیکہ اس کا کھڑا ہونا بروصلہ اور احترام و اکرام کی وجہ سے ہو، نہ کہ دکھاوے یا تعظیم کے طور پر۔ ہمارے اسی اختیار کردہ مسلک کے مطابق ہی خلف وسلف کا عمل رہا ہے۔'' (الأذکار، ص ٢٦٨)

❀ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م : ٧٣٧ھ) اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں :

لَوْ كَانَ الْقِيَامُ الْمَأْمُورُ بِهٖ لِسَعْدٍ هُوَ الْمُتَنَازَعُ فِيهِ؛ لَمَا خُصَّ بِهِ الْأَنْصَارُ، فَإِنَّ الْأَصْلَ فِي أَفْعَالِ الْقُرْبِ التَّعْمِيمُ، وَلَوْ كَانَ الْقِيَامُ لِسَعْدٍ عَلٰى سَبِيلِ الْبِرِّ وَالْإِكْرَامِ؛ لَكَانَ هُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَنْ فَعَلَهٗ، وَأَمَرَ بِهٖ مَنْ حَضَرَ مِنْ أَكَابِرِ الصَّحَابَةِ، فَلَمَّا لَمْ يَأْمُرْ بِهٖ، وَلَا فَعَلَهٗ، وَلَا فَعَلُوهُ؛ دَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى أَنَّ الْأَمْرَ بِالْقِيَامِ لِغَيْرِ مَا وَقَعَ فِيهِ النِّزَاعُ، وَإِنَّمَا هُوَ لِيُنْزِلُوهُ عَنْ دَابَّتِهٖ لِمَا كَانَ فِيهِ مِنَ الْمَرَضِ، كَمَا جَاءَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ، وَلِأَنَّ عَادَةَ الْعَرَبِ أَنَّ الْقَبِيلَةَ تَخْدُمُ كَبِيرَهَا، فَلِذٰلِكَ خُصَّ الْأَنْصَارُ بِذٰلِكَ دُونَ الْمُهَاجِرِينَ،

مَعَ أَنَّ الْمُرَادَ بَعْضُ الْأَنْصَارِ لَا كُلُّهُمْ، وَهُمُ الْأَوْسُ مِنْهُمْ، لِأَنَّ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ كَانَ سَيِّدَهُمْ دُونَ الْخَزْرَجِ، وَعَلٰى تَقْدِيرِ تَسْلِيمِ أَنَّ الْقِيَامَ الْمَأْمُورَ بِهِ حِينَئِذٍ لَّمْ يَكُنْ لِّلْإِعَانَةِ؛ فَلَيْسَ هُوَ الْمُتَنَازَعُ فِيهِ، بَلْ لِّأَنَّهٗ غَائِبٌ قَدِمَ، وَالْقِيَامُ لِلْغَائِبِ إِذَا قَدِمَ؛ مَشْرُوعٌ.

”اگر سعد رضی اللہ عنہ کے لیے قیام کے حکم سے مراد متنازع فیہ (تعظیمی) قیام ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم میں انصار کو خاص نہ کرتے، کیوں کہ نیکی کے کاموں میں اصل عموم ہوتا ہے (یعنی وہ سب کے لیے مشترک ہوتے ہیں)۔ اگر سعد رضی اللہ عنہ کے لیے کھڑا ہونا عزت اور نیکی کے لیے ہوتا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے ایسا خود کرتے اور وہاں موجود اکابر صحابہ کو اس کا حکم دیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر صحابہ کو حکم نہیں دیا، نہ خود ایسا کیا ہے، نہ ہی صحابہ کرام نے قیام کیا، تو معلوم ہوا کہ قیام کا یہ حکم اس مقصد کے لیے نہیں تھا، جس میں نزاع ہے (تعظیمی نہیں تھا)۔ یہ حکم تو صرف سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو سواری سے اُتارنے کے لیے تھا، کیوں کہ وہ اس وقت بیمار تھے، جیسا کہ بعض روایات میں یہ بات مذکور ہے۔ نیز عربوں کی یہ عادت بھی تھی کہ پورا قبیلہ اپنے بڑے کی خدمت کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم صرف انصار کو دیا تھا، مہاجرین کو نہیں۔ پھر اس سے مراد سارے انصار بھی نہیں، بلکہ بعض انصار، یعنی قبیلہ اوس کے لوگ تھے، کیوں کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اوس کے ہی سردار تھے، خزرج کے نہیں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس وقت قیام کا حکم سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو سواری سے اُتارنے میں مدد کرنے کے لیے نہیں تھا، تو بھی یہ قیام متنازع فیہ (تعظیمی) نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہ قیام

ایک غائب کے آنے کی وجہ سے تھا اور کسی آنے والے کے لئے کھڑا ہونا شرعا جائز ہے۔'' (فتح الباري : ۵۱/۱۱)

اگر کوئی اس قیام کو اکرام پر محمول کرے، تو یہ بھی ہمارے نزدیک مشروع ہے۔

❀ امام حماد بن زید رحمہ اللہ (م : ۱۷۹ھ) کہتے ہیں :

كُنَّا عِنْدَ أَيُّوبَ، فَجَاءَ يُونُسُ، فَقَال حَمَّادٌ : قُومُوا لِسَيِّدِكُمْ، أَوْ قَالَ : لِسَيِّدِنَا .

''ہم ایوب سختیانی رحمہ اللہ کے پاس تھے۔ امام یونس رحمہ اللہ آئے، تو حماد رحمہ اللہ نے فرمایا: اپنے یا ہمارے سردار کے لیے کھڑے ہو جائیں۔''

(الجامع لأخلاق الرّاوي للخطيب : ۳۰۲، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي، وَاللّٰهِ، مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهٗ .

''میری طرف سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے کھڑے ہوئے، انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! میری طرف ان کے علاوہ مہاجرین میں سے کوئی آدمی کھڑا نہیں ہوا۔''

(صحيح البخاري : ۶۳۶/۲، ح : ۴۴۱۸، صحيح مسلم : ۳۶۲/۲، ح : ۲۷۶۹)

یہ استقبال کی غرض سے قیام تھا جو کہ جائز ومباح ہے۔

جنازہ کے لیے کھڑا ہونا :

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے

پوچھا کہ کافر کے جنازے کے لیے کھڑے ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

نَعَمْ، قُومُوا لَهَا، فَإِنَّكُمْ لَسْتُمْ تَقُومُونَ لَهَا، إِنَّمَا تَقُومُونَ إِعْظَامًا لِّلَّذِي يَقْبِضُ النُّفُوسَ .

''ہاں! آپ اس کو دیکھ کر کھڑے ہوا کریں، کیوں کہ آپ اس میت کی تعظیم میں کھڑے نہیں ہوتے، بلکہ اس ذات کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہو، جو روحوں کو قبض کرتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ١٦٨/٢، مسند عبد بن حميد : ١٣٤٠، المعجم الكبير للطّبراني : ١٧/١٣، ح : ٤٧، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۰۳۵)، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۳۵۷) نے صحیح کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رِجَالُ أَحْمَدَ ثِقَاتٌ .

''(اس روایت میں) مسند احمد کے راوی ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزّوائد : ٢٧/٣)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار : ٢٧٥/٧)

ربیعہ بن سیف معافری جمہور کے نزدیک ''حسن الحدیث'' ہے۔

❀ امام طبرانی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں:

إِنَّمَا تَقُومُونَ لِمَنْ مَّعَهَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ .

''آپ تو ان کے ساتھ موجود فرشتوں کی وجہ سے کھڑے ہوتے ہیں۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ، فَقَامَ وَقَالَ : قُومُوا؛ فَإِنَّ لِلْمَوْتِ فَزَعًا .

''ایک مرتبہ نبی ﷺ کے پاس سے جنازہ گزرا، تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے، فرمایا: کھڑے ہو جائیں، کیوں کہ موت کی ایک گھبراہٹ ہوتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٢٨٧/٢، سنن ابن ماجه : ١٥٤٣، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔(مجمع الزّوائد : ٢٧/٣)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''یہ سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں۔''(مصباح الزّجاجة : ٣٧/٢، ح : ٥٥٦)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:٨٥٢ھ) ان احادیث میں تطبیق دیتے ہیں:

لِأَنَّ الْقِيَامَ لِلْفَزَعِ مِنَ الْمَوْتِ فِيهِ تَعْظِيمٌ لِّأَمْرِ اللّٰهِ، وَتَعْظِيمٌ لِّلْقَائِمِينَ بِأَمْرِهٖ فِي ذٰلِكَ، وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ .

''موت کی سختی کی وجہ سے کھڑا ہونا دراصل اللہ تعالیٰ کے امر اور ان فرشتوں کی تعظیم ہے، جو اللہ تعالیٰ کے مامور کردہ ہیں۔''(فتح الباري : ١٨٠/٣)

یاد رہے کہ جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا جائز اور مستحب ہے۔ اس کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے، جب کہ استحباب باقی ہے۔

قارئین کرام! اب ہم دوبارہ تعظیمی قیام کی طرف آتے ہیں۔ یہ تو آپ نے جان لیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ذکر پر یا درود پڑھنے کے لیے یا ذکرِ میلاد پر کھڑا ہونا کسی وضعی اور من گھڑت روایت سے بھی ثابت نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہیے کہ قرآن

وحدیث میں اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔

سلف صالحین کا قیام!:

❁ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (م:۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

''ان (نبی ﷺ) کے ذکر پر کھڑا ہونا سنت سلف صالحین ہے۔'' (جاء الحق:۱/۲۵۲)

یہ سلف کی عجیب سنت ہے کہ کسی صحابی، تابعی یا تبع تابعی، حتی کہ امام ابوحنیفہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی سے بھی قطعاً اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس پہ ہم کیا تبصرہ کریں؟

❁ مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ولادت پاک کے وقت ملائکہ درِ دولت پر کھڑے ہوئے تھے۔ اس لیے ولادت کے ذکر پر کھڑا ہونا فعل ملائکہ سے مشابہ ہے۔'' (جاء الحق:۱/۲۵۳)

یہ بے اصل اور بے ثبوت ہے۔ فرشتوں سے ہماری ملاقات ممکن نہیں اور روایت اس پر کوئی ملتی نہیں، مفتی صاحب کو جانے کیسے علم ہو گیا؟

❁ مزید لکھتے ہیں:

''حضور علیہ السلام نے اپنے اوصاف اور اپنا نسب شریف منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا تو اس قیام کی اصل مل گئی۔'' (جاء الحق: جلد ا ص ۲۵۳)

یہ روایت مسند احمد (۱/۲۱۰) اور سنن ترمذی (۳۶۰۸، وقال: حسن صحیح) میں موجود ہے۔ اس کی سند ''ضعیف'' ہے۔ یزید بن ابی زیاد جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م:۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ، كَبِرَ، فَتَغَيَّرَ، صَارَ يَتَلَقَّنُ، وَكَانَ شِيعِيًّا.

''یہ ضعیف راوی تھا۔ بوڑھا ہو کر اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور یہ لوگوں کی

باتوں میں آنے لگا تھا، نیز شیعہ تھا۔'' (تقریب التّهذیب : ۷۷۱۷)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

قَدْ ضَعَّفَهُ جُمْهُورُ الْأَئِمَّةِ .

''اسے جمہور ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔'' (مجمع الزّوائد : ٥/٥٦ـ٥٧)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اَلْجُمْهُورُ عَلٰی تَضْعِيفِ حَدِيثِهٖ .

''جمہور اس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔'' (هُدى السّاري، ص ٤٥٩)

❀ علامہ بوصیری کہتے ہیں :

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي الْمُتَابَعَاتِ، ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کی حدیث متابعات میں بیان کی ہے۔ جمہور اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔'' (زوائد ابن ماجه : ۷۰۵)

اس میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' بھی ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہوئی، تو اس پر قائم استدلال کیا ہوا؟

❀ مفتی صاحب لکھتے ہیں :

''شریعت نے اس کو منع نہ کیا اور ہر ملک کے عام مسلمان اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور جس کام کو مسلمان اچھا جانیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔''

(جاء الحق : ۱/۲۵۳)

شرعی احکام میں اللہ اور اس کے رسول کا اذن واجازت ضروری ہوتی ہے۔

کیا صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ عظام کا اس پر عمل ہے؟ کیا وہ بھی اسے اچھا سمجھتے

تھے؟ اگر جواب ہاں میں ہے، تو یہ عمل اللہ کے ہاں بھی اچھا ہوگا، لیکن اگر جواب نفی میں ہے، تو اس کے بدعت سیئہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

❁ اللہ ربّ العزت اس بات کو یوں بیان کرتے ہیں :

﴿اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا﴾(فاطر : ۸)

''کیا جس کے لیے اس کا برا عمل (بدعت) مزین کر دیا جاتا ہے اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگتا ہے۔''

قاعدہ یاد رہے کہ اولاً تو بدعات عمومی دلائل کے تحت آتی نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس طریقہ سے سلف صالحین کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ وہ تو ان دلائل سے وہ کچھ نہ سمجھ پائے، جن سے آج کے لوگوں نے دین کشید کر لیا ہے۔

نئی دریافت :

ایک صاحب کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام کھڑے ہوکر پڑھنا انبیائے کرام کی سنت ہے، جیسا کہ

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنا سفر معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مَرَرْتُ عَلٰى مُوسٰى، وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ .

''میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔''

(صحیح مسلم : ۲/۲۶۸، ح : ۲۳۷۵)

❁ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمایا:

إِذَا إِبْرَاهِيمُ قَائِمٌ يُّصَلِّي .

''ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔''(صحیح مسلم : ۱۷۲)

❁ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

إِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَائِمٌ يُّصَلِّي .

''عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔''(صحیح مسلم : ۱۷۲)

ان صاحب کا کہنا ہے کہ لفظ صلوٰۃ کا معنی یہاں نماز نہیں، بلکہ درود وسلام پڑھنا ہے، کیونکہ صلوٰۃ کا لفظ صرف نماز کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتا، بلکہ رحمت بھیجنا، تعریف کرنا اور درود وسلام پڑھنے جیسے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

بے شک لفظ صلوٰۃ کے کئی معانی ہیں، لیکن مذکورہ بالا احادیث میں درود وسلام کا معنی کرنا عربیت سے عدم واقفیت کا ثبوت، حدیث کی معنوی تحریف اور سلف صالحین کی مخالفت ہے۔

یہاں صلوٰۃ کا لفظ درود وسلام کے معنی میں ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ

① سلف صالحین میں سے کسی نے بھی یہ معنی ومفہوم بیان نہیں کیا۔

② صلوٰۃ کا لفظ اسی وقت درود وسلام کے معنی میں ہوگا، جب اس کے بعد ''علیٰ'' صلہ آئے۔

احادیث میں انبیاء کے بارے میں قَائِمٌ يُّصَلِّي فِي قَبْرِهٖ کے لفظ ہیں، قَائِمٌ يُّصَلِّي عَلَيْهِ فِي قَبْرِهٖ کے نہیں۔

لہٰذا ہمارے محترم کے استدلال کا سقم اس سے واضح ہو جاتا ہے۔

❁ علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ (م:۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں:

أَي يَدْعُو وَيُثْنِي عَلَيْهِ وَيَذْكُرُهُ، فَالْمُرَادُ الصَّلَاةُ اللُّغَوِيَّةُ، وَهِيَ الدُّعَاءُ وَالثَّنَاءُ، وَقِيلَ الْمُرَادُ الشَّرْعِيَّةُ، وَعَلَيْهِ الْقُرْطُبِيُّ.

''یعنی وہ دعا کر رہے تھے، اللہ کی حمد وثنا اور اس کا ذکر کر رہے تھے۔ لہٰذا یہاں مراد لغوی صلاۃ ہے، جو دعا اور حمد وثنا کے معنی میں ہے۔ ایک قول کے مطابق شرعی نماز مراد ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔'' (فیض القدیر : ۵/۵۱۹۔ ۵۲۰)

انبیا کے علاوہ دوسرے لوگوں کا بھی قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے، جیسا کہ

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مؤمن کو قبر میں بیٹھنے کا کہا جائے گا، وہ بیٹھ جائے گا۔ اسے سورج غروب ہوتا دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا: وہ آدمی جو تم میں مبعوث ہوا تھا، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ کی گواہی اس کے متعلق کیا ہے؟ کہے گا:

دَعُونِي حَتّٰى أُصَلِّيَ، فَيَقُولُونَ : إِنَّكَ سَتَفْعَلُ، فَأَخْبِرْنِي عَمَّا نَسْأَلُكَ عَنْهُ .

''مجھے چھوڑو کہ میں (عصر کی) نماز پڑھ لوں۔ فرشتے کہیں گے: پہلے سوال کا جواب دے دو، پھر نماز پڑھ لینا۔''

(صحیح ابن حبان : ۳۱۱۳؛ المستدرك للحاكم : ۱/۳۷۹۔ ۳۸۰، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(مجمع الزّوائد ومنبع الفوائد : ۳/۵۱۔ ۵۲)

۞ ثابت بنانی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

أَللّٰهُمَّ، إِنْ كُنْتَ أَعْطَيْتَ أَحَدًا أَنْ يُّصَلِّيَ لَكَ فِي قَبْرِهٖ؛ فَأَعْطِنِي ذٰلِكَ .

''اللہ! اگر تو کسی کو قبر میں اپنے لئے نماز پڑھنے کی توفیق دے، تو مجھے توفیق دینا۔''

(مسند علي بن الجعد : ١٣٧٩، المعرفة والتّاريخ للفسوي : ٥٩/٢، شعب الإيمان للبيهقي : ١٥٥/٣؛ ح : ١٣٩١، وسندهٗ صحيحٌ)

عظیم تابعی کے اس قول سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں صلوۃ سے مراد نماز ہی ہے، نہ کہ درود وغیرہ۔

۞ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (م : ۷۳۷ھ) ایک بدعت کے ردّ میں لکھتے ہیں:

مَا حَدَثَ بَعْدَ السَّلَفِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يَّكُونُوا عَلِمُوهُ، وَعَلِمُوا أَنَّهٗ مُوَافِقٌ لِّلشَّرِيعَةِ وَلَمْ يَعْمَلُوا بِهٖ، وَمَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ يَّكُونَ ذٰلِكَ، إِذْ إِنَّهٗ يَلْزَمُ مِنْهُ تَنْقِيصُهُمْ وَتَفْضِيلُ مَنْ بَعْدَهُمْ عَلَيْهِمْ، وَمَعْلُومٌ أَنَّهُمْ أَكْمَلُ النَّاسِ فِي كُلِّ شَيْءٍ، وَأَشَدُّهُمُ اتِّبَاعًا، وَإِمَّا أَنْ يَّكُونُوا عَلِمُوهُ وَتَرَكُوا الْعَمَلَ بِهٖ، وَلَمْ يَتْرُكُوهُ إِلَّا لِمُوجِبٍ أَوْجَبَ تَرْكَهٗ، فَكَيْفَ يُمْكِنُ فِعْلُهٗ؟ هٰذَا مِمَّا لَا يَتَحَلَّلُ، وَإِمَّا أَنْ يَّكُونُوا لَمْ يَعْلَمُوهُ، فَيَكُونُ مَنِ ادَّعٰى عِلْمَهٗ بَعْدَهُمْ أَعْلَمَ مِنْهُمْ، وَأَعْرَفَ بِوُجُوهِ الْبِرِّ وَأَحْرَصَ عَلَيْهَا، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ خَيْرًا؛ لَّعَلِمُوهُ وَلَظَهَرَ لَهُمْ، وَمَعْلُومٌ أَنَّهُمْ أَعْقَلُ النَّاسِ وَأَعْلَمُهُمْ۔ ۔ ۔ .

''جو چیزیں سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے بعد ظہور پذیر ہوئیں۔ وہ تین حالتوں سے خالی نہیں : یا تو سلف کو ان کا علم تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ چیزیں شریعت کے موافق ہیں، اس کے باوجود انہوں نے ان پر عمل نہیں کیا۔ معاذ اللہ! ایسا تو ممکن نہیں، اس سے سلف صالحین کی تنقیص ہوتی ہے اور بعد والوں کی فضیلت و فوقیت ثابت ہوتی ہے۔ حالاں کہ وہ ہر چیز میں کامل تھے اور سب سے بڑھ کر شریعت کا اتباع کرنے والے تھے۔ دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ سلف صالحین کو ان چیزوں کا علم تو تھا، لیکن انہوں نے ان پر عمل چھوڑ دیا تھا۔ تو یہ عمل انہوں نے کسی ایسی دلیل کی وجہ سے چھوڑا تھا، جس سے ثابت ہوتا تھا کہ اس کو چھوڑنا واجب ہے۔ جب دلیل کی وجہ سے تھا تو اب اس عمل کو کرنا کیوں کر جائز ہوا؟ یہ تو ناجائز کاموں میں سے ہے۔ تیسری صورت یہ فرض کی جا سکتی ہے کہ سلف صالحین کو ان چیزوں کا علم ہی نہیں تھا۔ لیکن تب یہ سوال پیدا ہوگا کہ بعد والوں کو اس کا علم کیسے ہوا؟ کیا بعد والے کے پاس سلف سے زیادہ علم ہے؟ وہ امور خیر کو زیادہ جانتا ہے اور نیکی پر زیادہ حریص ہے؟ حالانکہ اگر یہ نیکی کے کام ہوتے، تو سلف صالحین ان کو جانتے ہوتے۔ یہ بات مسلم ہے کہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر عقل مند اور عالم تھے......'' (المَدخل : ٢٧٨/٤)

الحاصل :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سن کر درود پڑھنے کے لیے کھڑا ہونا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے ذکر پر تعظیما کھڑا ہونا بدعت ہے۔ اگر یہ نیکی کا کام ہوتا، تو صحابہ وتابعین اور ائمہ دین اس سے قطعاً غافل نہ رہتے۔

منسوب آثار کی حقیقت

رسول اللہ ﷺ کے آثار مبارکہ سے تبرک صرف آپ ﷺ کے قریب زمانے والے لوگوں، یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے حصے میں آیا۔ چودہ سو سال گزر جانے کے بعد ان آثار سے تبرک کا حصول ممکن نہیں، کیونکہ یہ تمام آثار مفقود ہو چکے ہیں، بعض لوگوں نے خود تراشیدہ آثار رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرر کھے ہیں، ان کے پاس اپنے بیان کردہ آثار کے اثبات کی سند تک نہیں ہے، بلکہ وہ لوگ محض دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں۔

جس طرح آپ ﷺ سے کوئی قول، فعل یا سکوت منسوب کرنا بہت احتیاط طلب ہے کہ جھوٹ منسوب کرنے سے آپ ﷺ کی یہ حدیث صادق آتی ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ؛ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .

''جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھے۔''

(صحيح البخاري : ١٠٧، صحيح مسلم : ٣)

اسی طرح کسی ایسے اثر، مثلاً نعلین، بال، جبہ یا پگڑی کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا بھی انتہائی احتیاط طلب ہے، ایسا کرنے والا بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی وعید کا مصداق ہے۔ لہٰذا اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے، خود ساختہ تبرکات کو نبوی تبرکات کہہ کر لوگوں میں متعارف کروانے سے پہلے ہزار بار سوچنا چاہئے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ تو منسوب نہیں کر رہے؟

اگر کوئی شخص چودہ سو سال گزر جانے کے بعد نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب تبرکات کا دعویٰ کرتا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دعویٰ پر صحیح سند پیش کرے۔

اگر کوئی کہے کہ یہ نعلین شریفین نبی کریم ﷺ کے ہیں یا یہ مبارک بال آپ ﷺ کے ہیں، تو کیا اتنی سی بات پر ان نعلین اور بالوں کی تعظیم و تکریم کرنا شروع کر دی جائے؟ ان سے تبرک حاصل کرنے لگیں؟

نہیں بلکہ ان کے انتساب پر صحیح سند کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر کوئی صحیح سند پیش نہ کر سکا تو اس کی بات کو ٹھکرا دیا جائے گا، کیوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ ہے، لہٰذا اس معاملہ کی حساسیت کو سمجھنا ہو گا۔

بجا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے منسوب کوئی چیز باوثوق ذرائع سے ثابت ہو جائے، تو اس سے تبرک کا انکار کرنا سراسر گمراہی اور انتہا درجہ کی بدبختی ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ بعض لوگ نبی کریم ﷺ کے معاملہ کو انتہائی حقیر سمجھتے ہوئے سینہ زوری سے کام لیتے ہیں۔ اگر کوئی ان سے دلیل و ثبوت کا طالب ہو تو اس پر گستاخ کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

آثار نبویہ مفقود ہو چکے ہیں:

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آثار نبویہ مفقود ہو گئے ہیں، اب دنیا میں ان کا وجود باقی نہیں رہا۔

① منبر رسول ﷺ ۶۵۴ھ میں جل گیا تھا۔

② یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا جنازہ نبی کریم ﷺ کی چارپائی پر اٹھایا گیا تھا۔

(تاريخ يحيي بن معين برواية الدّوري : ٦٧/٣)

بعد میں اس مبارک چارپائی کا کیا ہوا؟ کوئی علم نہیں۔

③ اسی طرح سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھڑی مبارک تھی، جسے وہ ہر وقت اپنی تلوار کے ساتھ باندھ کر رکھا کرتے تھے، ان کی وصیت تھی کہ اس چھڑی کو ان کے کفن کے ساتھ رکھ دیا جائے، چنانچہ اسے ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔(مسند الإمام أحمد : ٤٨٦/٣، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن خزیمہ (٩٨٢) اور امام ابن حبان رحمہما اللہ (٧١٦٠) نے اس حدیث کو، جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباري : ٤٣٧/٢) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

④ سیدنا سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی چادر مبارک مانگی اور وہ چادر ہی ان کا کفن بنی۔(صحیح البخاري : ١٢٧٧)

⑤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک جس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی۔ ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی انگلی کی زینت بنی۔ بالآخر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی، باوجود بسیار کوشش کے نہ مل سکی۔(صحیح البخاري : ٥٨٦٦۔٥٨٧٩)

بیعت رضوان والے درخت کا معاملہ:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِي بَايَعْنَا تَحْتَهَا، كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ .

''ہم (مقام حدیبیہ پر) صلح حدیبیہ کے دوسرے سال آئے، تو ہم میں سے دو آدمی بھی اس درخت کی نشاندہی پر متفق نہ ہو سکے، جس کے نیچے ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سے بیعت کی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔‘‘(صحیح البخاري : ٢٩٥٨)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م: ٨٥٢ھ) لکھتے ہیں:

أَنْ لَّا يَحْصُلَ بِهَا افْتِتَانٌ لِّمَا وَقَعَ تَحْتَهَا مِنَ الْخَيْرِ، فَلَوْ بَقِيَتْ لَمَا أُمِنَ تَعْظِيْمُ بَعْضِ الْجُهَّالِ لَهَا، حَتّٰى رُبَّمَا أَفْضٰى بِهِمْ إِلَى اعْتِقَادِ أَنَّ لَهَا قُوَّةَ نَفْعٍ أَوْ ضَرٍّ، كَمَا نَرَاهُ الْآنَ مُشَاهَدًا فِيمَا هُوَ دُونَهَا، وَإِلٰى ذٰلِكَ أَشَارَ ابْنُ عُمَرَ بِقَوْلِهٖ : كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ، أَيْ كَانَ خَفَاؤُهَا عَلَيْهِمْ بَعْد ذٰلِكَ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى .

’’درخت کے غائب کرنے کی حکمت یہ تھی کہ اس درخت کے نیچے رونما ہونے والے معاملہ خیر کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں۔اگر وہ باقی رہتا،تو بعض جاہل لوگوں کی طرف سے اس کی تعظیم کا اندیشہ تھا۔لوگ یہ عقیدہ گھڑ لیتے کہ درخت نفع ونقصان کا مالک ہے،ہم مشاہدہ کر چکے کہ اس سے کم تر چیزوں سے بارے میں ایسا عقیدہ رکھاجا رہا ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بات میں اسی کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اس سال کے بعد اس درخت کا مخفی ہو جانا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔‘‘(فتح الباري : ١١٨/٦)

② سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَبِي مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الشَّجَرَةِ، قَالَ : فَانْطَلَقْنَا فِي قَابِلٍ حَاجِّينَ، فَخَفِيَ عَلَيْنَا مَكَانُهَا، فَإِنْ كَانَتْ تَبَيَّنَتْ لَكُمْ؛ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ .

’’میرے والد گرامی ان لوگوں میں شامل تھے،جنہوں نے درخت کے نیچے نبی

کریم ﷺ کے مبارک ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوسرے سال جب ہم حج کرنے کے لیے گئے، تو ہمیں درخت والی جگہ نہ ملی۔ اگر وہ آپ کے سامنے ظاہر ہو جائے، تو آپ زیادہ سمجھ دار ہو۔'' (صحیح مسلم : ۱۸۵۹)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (م:۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : سَبَبُ خَفَائِهَا أَلَّا يُفْتَتَنَ النَّاسُ بِهَا لِمَا جَرٰى تَحْتَهَا مِنَ الْخَيْرِ وَنُزُولِ الرِّضْوَانِ وَالسَّكِينَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، فَلَوْ بَقِيَتْ ظَاهِرَةً مَّعْلُومَةً لَّخِيفَ تَعْظِيمُ الْأَعْرَابِ وَالْجُهَّالِ إِيَّاهَا وَعِبَادَتُهُمْ لَهَا، فَكَانَ خَفَاؤُهَا رَحْمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''علما نے اس کے مفقود ہونے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ اس درخت کے نیچے جو خیر، خوشنودی اور سکینت وغیرہ ملی تھی، اس کی وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اگر وہ ظاہر اور معلوم رہتا، تو دیہاتی اور جاہل لوگ اس کی تعظیم اور عبادت کرنے لگتے، لہٰذا اس کا مخفی رہنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔''

(شرح صحیح مسلم : ۵/۱۳)

جب زمین کا ایک ظاہری ٹکڑا صحابہ کرام پر مخفی ہو گیا، تو ہمارے زمانہ میں قطعیت اور یقین کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف تبرکات کی نسبت کا دعویٰ کیسے ممکن ہے۔ یہ نسل در نسل ثقہ اور معتبر راویوں کے واسطے سے ہم تک نہیں پہنچے، نہ ان کے متعلق دعوئ تواتر ثابت ہے۔ محض بے سند باتوں کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

موجودہ آثار کے بارے علامہ لکھنوی کی رائے :

❁ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی آثار انبیا کے بارے میں لکھتے ہیں :

''پس ان تمام احادیث و روایات سے اہل ایمان کی نظر میں بہ خوبی ثابت ہے کہ جملہ آثار ومشاہد نبوی سے برکت حاصل کرنا اور ان کی عظمت کرنا اللہ کی نعمتوں میں سے عمدہ نعمت ہے اور اس قسم کی برکت اور تعظیم کا ثبوت خود حضور روحی فداہ اور حضرات صحابہ کرام علیہم السلام کے افعال سے پایا جاتا ہے، لیکن مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ جس طرح ان احادیث سے آثار نبوی کی برکت اور تعظیم کا ثبوت ہوتا ہے، اسی طرح تعظیم اور برکت حاصل کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہوتا ہے، پس جس طرح وہ شخص جو منکر برکت آثار نبویہ ہو، بد دین اور گناہ گار ہے، اسی طرح وہ شخص بھی مبتدع اور مخالف سنت سمجھا جائے گا، جو طریق مرویہ حدیث کے خلاف تعظیم کا کوئی خاص طریقہ اپنی طرف سے ایجاد کرے، کیونکہ مخالفت سنت میں دونوں برابر ہیں اور یہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ اس طریقہ مخترعہ میں کوئی امر خاص صریح منہیات شرعیہ اور محرمات یقینیہ سے شامل نہ ہو اور اگر اس طریقہ مخترعہ میں کوئی امر محرمات شرعیہ سے بھی شامل کیا جائے، تو ایسی حالت میں دو نقصان ہوں گے، ایک تو طریق خاص کا احداث اور دوسرے محرمات شرعیہ کا ارتکاب اور ان دونوں باتوں کا حکم یہ ہے کہ ان کا مرتکب غیر مستحل فاسق اور مستحل کافر ہے۔

دوسرے اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ جو برکت اور تعظیم حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے آثار کے لیے ثابت ہے، وہ حضور ہی کے آثار کے ساتھ مخصوص ہے، دوسرے کے آثار کے ساتھ وہ معاملہ کرنا، جو آپ کے آثار کے ساتھ مخصوص ہے، حرام ہے۔ پس ضرور ہوا جس کسی خاص جبہ اور خاص لباس اور خاص بال کی نسبت یہ دعوی کیا جائے کہ حضور روحی فداہ کے آثار ہیں، تو اول اس بات کا یقین حاصل کیا جائے کہ فی الواقع یہ آثار آپ کے ہیں یا دوسرے

شخص کے ہیں، جن کو آپ کی جانب کسی طمع سے نسبت کر دی ہے تا کہ اس یقین سے غیر کے آثار کے ساتھ آنحضرت کے آثار کا ایسا برتاؤ لازم نہ آئے اور اس قسم کا یقین کا حصول ایسے امور کی نسبت بغیر طریقے کے متعذر رہے، جس کو محدثین رحمہم اللہ نے روایت حدیث میں اختیار کیا ہے، کیونکہ اثبات آثار نبوی بھی حدیث ہے، جو رسول سے مروی ہو اور جو حدیث رسول سے مروی ہو، اس میں یہی طریقہ مسلوک ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب اُن آثار کا ثبوت ایسے طریق روایت پر موقوف ہو، تو اس کی صحت اور عدم صحت بھی صحت اسناد اور عدم صحت اسناد پر موقوف ہو گی اور جب اس کے لیے سند ضعیف بھی میسر نہ ہو، تو صرف جاہلوں کے محضر نامے اس کو ثابت نہیں کر سکتے، پس خلاصہ کلام کا یہ ہو گا کہ بلاشبہ تعظیم آثار نبوی علامات ایمان میں سے ہے، جس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے، لیکن وہ تعظیم اور تبرک انہیں طرق میں منحصر ہے، جو احادیث سے ثابت ہیں اور یہ تعظیم اس بات کی فرع ہے کہ ان آثار و تبرکات کا انتساب حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلاۃ کی ذات اقدس کی طرف صحیح ہو اور صحت انتساب صحت روایت پر موقوف ہے، پس جو آثار بصحت روایت ثابت ہیں، بلاشبہ ان کی تعظیم حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے موافق کرنا چاہئے اور ان سے برکت حاصل کرنے میں کوئی شبہ نہیں اور جو بصحت روایت ثابت نہ ہوں، اُن کے ساتھ بے تحقیق کیے ہوئے وہ معاملہ کرنا، جو آپ کے آثار ثابتہ سے کرنا چاہئے، ایسا ہے جیسے بے سند کلام کو حدیث کہنا اور اُس پر عمل کرنا جن کی نسبت سخت وعید وارد ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ از لکھنوی: ۳/ ۱۷۵۔۱۷۶)

ایک اور رائے:

❁ مفتی محمد شریف الحق امجدی بریلوی (مبارک پور، اعظم گڑھ، یو، پی) لکھتے ہیں:

''محض شاہی مسجد میں رکھا ہونا، کوئی ثبوت نہیں کہ فلاں چیز حضور اقدس ﷺ کی استعمال کی ہوئی ہے، اس کے لیے ثبوت کی حاجت ہے، اس لیے دلیل آپ کے ذمے ہے۔'' (فتاویٰ شارح بخاری: ۱/۴۷۹)

موجودہ آثار اور دیگر اہل علم:

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا إِذَا كَانَ النَّعْلُ صَحِيْحًا، فَكَيْفَ بِمَا لَا يُعْلَمُ صِحَّتُهُ، أَوْ بِمَا يُعْلَمُ أَنَّهُ مَكْذُوْبٌ، كَحِجَارَةٍ كَثِيْرَةٍ يَأْخُذُهَا الْكَذَّابُوْنَ وَيَنْحِتُوْنَ فِيهَا مَوْضِعَ قَدَمٍ، وَيَزْعَمُوْنَ عِنْدَ الْجُهَّالِ أَنَّ هٰذَا الْمَوْضِعَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''یہ (تعظیم والا معاملہ) تو اس وقت (زیر بحث آ سکتا) ہے، جب ان جوتوں کی نسبت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو، لیکن اگر ان کی صحت کا علم ہی نہیں، ان کا جھوٹا ہونا بالکل معلوم ہے، بعض جھوٹے لوگ پتھر لے کر اس میں آپ ﷺ کے پاؤں کا نقش بناتے ہیں اور پھر جاہلوں کے سامنے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس جگہ پر نبی کریم ﷺ کے قدموں کے نشان ہیں، تو اس صورت میں ان کی تعظیم کیسے درست ہو سکتی ہے؟'' (اقتضاء الصّراط المستقیم: ۲/۳۳۷)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م: ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مِثْلُ هٰذَا يَقُوْلُهٗ هٰذَا الْإِمَامُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِيْنَ سَنَةً، فَمَا الَّذِي نَقُوْلُهٗ نَحْنُ فِي وَقْتِنَا لَوْ وَجَدْنَا بَعْضَ شَعْرِهٖ بِإِسْنَادٍ ثَابِتٍ، أَوْ شِسْعَ نَعْلٍ كَانَ لَهٗ، أَوْ قُلَامَةَ ظُفْرٍ، أَوْ شَقَفَةً مِّنْ إِنَاءٍ شَرِبَ فِيْهِ، فَلَوْ بَذَلَ الغَنِيُّ مُعْظَمَ أَمْوَالِهٖ فِي تَحْصِيْلِ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ عِنْدَهٗ، أَكُنْتَ تَعُدُّهٗ مُبَذِّرًا أَوْ سَفِيْهًا ؟ كَلَّا .

''اس طرح کی بات نبی کریم ﷺ کے پچاس سال بعد امام (ابن سیرین رحمہ اللہ) نے کہی ہے۔ اب اگر ہمارے زمانے میں ہمیں نبی ﷺ کے بال، جوتے کے تسمے، ناخن اور برتن کا ٹکڑا، جس میں آپ ﷺ پانی نوش فرمایا کرتے تھے، کا ثبوت صحیح سند کے ساتھ مل جائے، تو ہم کیا کہیں گے؟ اگر کوئی امیر آدمی اس کے حصول کی خاطر کثیر زر خرچ کر دے، تو کیا آپ اسے فضول خرچ اور بیوقوف کہیں گے؟ نہیں! ہرگز نہیں۔''(سير أعلام النّبلاء : ٤٢/٤)

ثابت ہوا کہ اہل علم تبرکات نبویہ میں سند کو صحت اور عدمِ صحت کے لیے بنیاد بناتے ہیں، لہٰذا ہمیں بھی سند پر اعتبار کرنا چاہیے، یہی سبیل المومنین ہے۔

❁ علامہ البانی رحمہ اللہ (م: ۱۴۲۰ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا وَلَا بُدَّ مِنَ الْإِشَارَةِ إِلٰى أَنَّنَا نُؤْمِنُ بِجَوَازِ التَّبَرُّكِ بِآثَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نُنْكِرُهٗ خِلَافاً لِّمَا يُوْهِمُهٗ صَنِيْعُ خُصُوْمِنَا، وَلٰكِنْ لِّهٰذَا التَّبَرُّكِ شُرُوْطاً؛ مِّنْهَا الْإِيْمَانُ الشَّرْعِيُّ الْمَقْبُوْلُ عِنْدَ

اللّٰهِ، فَمَنَ لَّمْ يَكُنْ مُّسْلِمًا صَادِقَ الْإِسْلَامِ؛ فَلَنْ يُّحَقِّقَ اللّٰهُ لَهٗ أَيَّ خَيْرٍ بِتَبَرُّكِهٖ هٰذَا، كَمَا يُشْتَرَطُ لِلرَّاغِبِ فِي التَّبَرُّكِ أَنْ يَّكُوْنَ حَاصِلًا عَلٰى أَثَرٍ مِّنْ آثَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَسْتَعْمِلُهٗ، وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنَّ آثَارَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابٍ أَوْ شَعْرٍ أَوْ فُضْلَاتٍ قَدْ فُقِدَتْ، وَلَيْسَ بِإِمْكَانِ أَحَدٍ إِثْبَاتُ وُجُوْدِ شَيْءٍ مِّنْهَا عَلٰى وَجْهِ الْقَطْعِ وَالْيَقِيْنِ، وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ؛ فَإِنَّ التَّبَرُّكَ بِهٰذِهِ الْآثَارِ يُصْبِحُ أَمْرًا غَيْرَ ذِي مَوْضُوْعٍ فِي زَمَانِنَا هٰذَا، وَيَكُوْنُ أَمْرًا نَّظَرِيًّا مَّحْضًا، فَلَا يَنْبَغِي إِطَالَةُ الْقَوْلِ فِيهِ.

''مخالفین ہمارے بارے میں غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں، ہمارا آثار نبویہ سے تبرک کے جواز پر ایمان ہے،ہمیں اس سے بالکل انکار نہیں۔لیکن اس تبرک کی چند شرائط ہیں: ① تبرک لینے والا خود مسلمان اور ایمان والا ہو، جو سچا مسلمان نہیں ہوتا، اللہ اسے آثار نبویہ سے تبرک میں کوئی خیر نہیں دیتا۔

② جس چیز سے تبرک لے رہا ہے، اس چیز کی رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت ثابت ہو،مگر ہمیں معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بال،لباس اور دیگر آثار مفقود ہو چکے ہیں۔اب کسی کے بس کی بات نہیں کہ وہ انہیں یقینی اور قطعی طور پر ثابت کر سکے۔سو، ہمارے اس زمانے میں آثار نبویہ سے تبرک لینا بے جا ہے، یہ محض ایک خیالی معاملہ ہے،جس پر لمبی گفتگو کرنا نا مناسب ہے۔''

(التّوسل وأنواعه و أحكامه، ص ١٤٤، وفي نسخة: ١٦١ـ١٦٢)

سبیل مومنین اور ایک شاذ موقف:

❀ جناب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلاً حاجت نہیں، اس کی تحقیق و تنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم و تبرک سے باز رہنا سخت محرومی کم نصیبی ہے۔ ائمہ دین نے صرف حضور اقدس کے نام سے اُس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ: ۲۱/۴۱۲)

نہ معلوم وہ کون سے ائمہ دین ہیں، جو آثار نبویہ کے لیے سند کو بنیاد نہیں بناتے؟ بلکہ بے سروپا دعوؤں پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ یقیناً ائمہ میں سے کسی ایک امام کا نام نہیں بتایا جا سکتا، کہ جس نے آثار نبویہ میں سند کو بنیاد نہ بنایا ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ تحقیق کے پیچھے نہ پڑنا اور بغیر تحقیق کے تعظیم و تبرک میں پڑنا کم نصیبی اور محرومی ہے۔

❀ مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''تبرکات کے ثبوت کے لیے مسلمانوں میں یہ مشہور ہونا کہ یہ حضور کے تبرکات ہیں، کافی ہے۔'' (جاء الحق: ۱/۳۷۶)

نکاح و ولدیت کا ثبوت اور تبرکات:

❀ نعیمی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ہم کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے بیٹے فلاں کے پوتے ہیں، اس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث سے، نہ ہماری والدہ کے نکاح کے گواہ موجود، مگر مسلمانوں

میں اس کی شہرت ہے، اتنا ہی کافی ہے، اسی طرح یادگاروں کے ثبوت کے لیے صرف شہرت معتبر ہے۔'' (جاء الحق: ۱/۳۷۶)

عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کا معاملہ عام دعوؤں سے مختلف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی چیز کو منسوب کرنا دلیل وثبوت کا متقاضی اور احتیاط طلب معاملہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف آثار کے انتساب کا مطلب ہے کہ ایک وصف کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی جا رہی ہے۔ اس کی مثال یوں لیں کہ کسی جوتے کو نبی ﷺ کا جوتا قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ جوتا پہنا کرتے تھے۔ یوں یہ ایک حدیث ہے اور کسی جھوٹی حدیث کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنے کا انجام یہ ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .

''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھے۔''

(صحيح البخاري: ١٢٩١، صحيح مسلم: ٣)

موجودہ دور کے تبرکات ثابت نہیں، لہٰذا ان کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف کرنا جسارت ہے۔

نکاح کی مثال تو بے محل ہے، کیوں کہ نکاح علی الاعلان کیا جاتا ہے۔ دو خاص گواہوں کے علاوہ باقی لوگ بھی اس کے گواہ ہوتے ہیں۔ گواہ اس لیے ہوتے ہیں کہ اگر اس بارے میں کوئی قانونی پیچیدگی ہوئی، تو یہ لوگ عدالت کو اس حوالے سے مطمئن کر سکیں۔ جب پورے علاقے والے لوگ نکاح کے گواہ ہوتے ہیں، تو موجودہ اور آنے والی تمام نسلوں کو بھی یہ گواہی پہنچ جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کے نکاح کے دونوں گواہ فوت ہو چکے ہوں، تو کیا عدالت میں اس کے نکاح کا ثبوت پیش نہیں کیا جا سکے گا؟

جب کہ نبی اکرم ﷺ سے منسوب تبرکات کو ثابت کرنا ممکن ہی نہیں۔ محدثین اور اہل علم نے ان کے لیے صحیح سند کی شرط لگائی ہے اور موجودہ تبرکات کو خود حنفی اہل علم نے بھی مسترد کر دیا ہے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

❀ نعیمی صاحب ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان سے پوچھا گیا کہ جناب کا اسم شریف کیا ہے؟ فرمانے لگے: عبدالرحمٰن، والد مہربان کا اسم گرامی کیا ہے؟ فرمایا کہ عبد الرحیم، ہم نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہ آپ عبدالرحیم صاحب کے فرزند ہیں؟ اولاً تو اس نکاح کے گواہ نہیں، اگر کوئی ہو بھی تو وہ صرف عقد نکاح کی گواہی دے گا، یہ کیسے معلوم ہوا کہ جناب کی ولادت شریف ان کے ہی قطرے سے ہے، رُک کر بولے کہ جناب مسلمان کہتے ہیں کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے، ہم نے کہا: جب مسلمان کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کا بال شریف ہے اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے، شرمندہ ہو گئے۔'' (جاء الحق: ۱/ ۳۷۸)

یہ خلط مبحث ہے۔ بات نبی اکرم ﷺ کی طرف کسی چیز کی نسبت کی ہو رہی ہے، جس کے بارے میں بڑی وضاحت سے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ آپ ﷺ کی طرف جھوٹی نسبت جہنم میں جانے کا باعث ہے۔ اس کے برعکس شریعت ہی نے یہ بتایا ہے کہ اگر کسی کے گھر کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے، تو وہ اسی کی طرف منسوب ہو گا۔ اگر کوئی شخص یہ بھی دعویٰ کر دے کہ میں نے اس کی ماں کے ساتھ زنا کیا تھا اور یہ میرا بچہ ہے، تو بھی اس کا دعویٰ مسترد کر دیا جائے گا۔ یہ بچہ تو اسی کا ہو گا، جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے، جبکہ زنا کا دعویٰ کرنے والے کو زنا کی سزا دی جائے گی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ .

''بچہ بستر (والے) کا ہی ہوگا، البتہ (شادی شدہ) زانی کے لیے (زنا کی سزا کے طور پر) پتھر ہیں۔'' (صحيح البخاري : ٦٧٤٩، صحيح مسلم : ١٤٥٧)

اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا نہیں، تو اس نے اس پر ''ناجائز'' ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اس دعویٰ پر اسے چار گواہ پیش کرنا ہوں گے، ورنہ اسے کوڑے لگائے جائیں گے، مگر تبرکات کے متعلق کوئی دعویٰ کر دے کہ یہ تبرکات اصلی نہیں، تو اس کو گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ تبرکات کے اصلی ہونے کے دعویدار پر ثبوت پیش کرنا ضروری ہے۔

لہٰذا تبرکات کو نکاح یا کسی کے حلالی و حرامی ہونے کے دعوے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق کی قبیل سے ہے۔

ایک جھوٹے نقش پا کا قصہ:

حال ہی کا واقعہ ہے۔ موضع ''دھرابی'' ضلع چکوال میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم کا نشان باقی ہے۔ لوگ قافلوں کی صورت میں وہاں پہنچے، لیکن بہت جلد اس جھوٹے دعویٰ کی قلعی کھل گئی۔

ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ تبرکات کا تعلق دین اور عقیدہ سے ہے، انہیں لوگوں کے رحم و کرم پر مت چھوڑا جائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آثارِ نبوی کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر مدنظر رکھنا چاہیے، احتیاط کا دامن نہ چھوڑا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا مسئلہ بڑا سخت ہے، یہ جھوٹے دعوے روز قیامت وبالِ جان بن جائیں گے۔

تبرکات نبویہ کی تشبیہ:

آثار نبویہ سے تبرک حاصل کرنا حق ہے، مگر تبرک اس طریقہ سے حاصل کیا جائے، جیسے صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین حاصل کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے تبرکات کی شبیہات بنا رکھی ہیں۔ اسی طرح نعلین کریمین کی فرضی اور مصنوعی تصاویر جھنڈیوں کی زینت بنتی ہیں۔

اولاً تو جن نعلین کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے، وہ نسبت ثابت ہی نہیں۔ ثانیاً آثار نبویہ کی فرضی تصاویر اور تشبیہ سے تبرک حاصل کرنا بری بدعت ہے۔ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین اس سے ناواقف تھے۔ خیر القرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ ایجاد دین اور غلو ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت کا ہرگز یہ تقاضا نہیں کہ آپ ﷺ کے آثار کی شبیہ بنا لی جائے، اس فرضی تصویر اور شبیہ کی وہی تعظیم و تکریم بجا لائی جائے، جو اصلی تبرکات کی بھی جائز نہیں۔ تبرکات کی تصویر بدعت اور منکر ہے۔ یہ شرک تک پہنچنے کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ اگر کوئی دلیل کا طلب گار ہو، تو اسے گستاخ کہہ دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی ان تصاویر اور شبیہات کو مصنوعی اور فرضی کہہ دے، تو اسے طرح طرح کے فتووں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اگر کوئی فرضی تصاویر کو ختم کر دے تو اسے گستاخِ رسول قرار دیا جاتا ہے، بلکہ اس کے خلاف شور برپا کیا جاتا ہے۔

آثار نبویہ کی شبیہات اور اسلافِ امت:

❁ جناب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”بالجملہ مزار اقدس کا نقشہ تابعین کرام اور نعل مبارک کی تصویر تبع تابعین اعلام سے ثابت اور جب سے آج تک ہر قرن وطبقہ کے علما وصلحا میں معمول و رائج، ہمیشہ اکابر دین ان سے تبرک اور ان کی تکریم تعظیم رکھتے آئے ہیں۔“

(شفاء الوالة في صور الحبيب و مزاره ونعاله، مندرج في فتاویٰ رضوية : ٢/٤٥٦)

تابعین اور اکابر دین کی طرف اس بات کی نسبت کو اگر نرم سے نرم الفاظ میں بھی بیان کیا جائے، تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک بے حقیقت بات ہے، جس کا ثبوت قیامت تک ممکن نہیں۔

نعلین کی شبیہ پر ایک دلیل کا جائزہ:

❁ ملاحظہ فرمائیں:

قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ : وَأَخْرَجَ إِلَيَّ أَبُوْ طَالِبٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَسَنِ تِمْثَالًا، فَذَكَرَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ مُّحَمَّدَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ عِلِيِّ بْنِ زَحْرَ الْمُنْقِرِيَّ أَخْرَجَ إِلَيْهِ تِمْثَالًا، فَذَكَرَ أَنَّ أَبَا عُثْمَانَ سَعِيْدَ بْنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ التُّسْتُرِيَّ أَخْرَجَ إِلَيْهِ تِمْثَالًا، فَذَكَرَ أَنَّهٗ تِمْثَالٌ لِّنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ أَحْمَدَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْفَزَارِيَّ أَخْرَجَ ذٰلِكَ إِلَيْهِ بِأَصْبَهَانَ وَحَدَّثَهٗ بِهٖ، قَالَ : وَنَا أَبُوْ

طَالِبٍ، قَالَ : وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَدِيِّ بْنِ عَلِيِّ بْنِ زَحْرٍ الْمُنْقَرِيُّ : حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْحَسَنِ التُّسْتُرِيُّ بِتُسْتُرَ : أَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَلْفَزَارِيُّ، قَالَ : قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَسَنِ، قَالَ : قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ إِسْمَاعِيْلُ ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، وَاسْمُ أَبِي أُوَيْسٍ؛ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُوَيْسِ ابْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ الْأَصْبَحِيُّ، قَالَ : كَانَتْ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي حُذِيَتْ هٰذِهِ النَّعْلُ عَلٰى مِثَالِهَا؛ عِنْدَ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُوَيْسٍ الْحَذَّاءِ، فَحَذَا مِثَالَ هٰذَا النَّعْلِ بِحَضْرَتِهٖ عَلٰى مِثَالِ نَعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهَا سَواءً، وَلَهَا قِبَالَانِ.

''۔ ۔ ۔ ابو عبداللہ اسماعیل اصبحی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے نعلین مبارک اسی طرح کے تھے، جس طرح اسماعیل بن عبداللہ بن اویس موچی کے پاس ان کی بنی ہوئی شبیہ تھی۔ اس (اسماعیل موچی) نے ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کے جوتوں جیسے جوتے بنائے، جن کے دو تسمے تھے۔''

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر : ۲۷/۳۶۲۔۳۶۳)

یہ روایت ایک جھوٹا سلسلہ ہے، کیونکہ :

① ابو طالب عبداللہ بن حسن بن احمد بن حسن بصری کی توثیق نہیں مل سکی۔

② ابو بکر محمد بن عدی بن علی بن عدی منقری بصری کی توثیق درکار ہے۔

③ ابو عثمان سعید بن حسن بن علی تستری کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔

④ احمد بن محمد فزاری کا تعین اور توثیق مطلوب ہے۔

سند پر نامعلوم اور مجہول راویوں کا قبضہ ہے اور یہ انہی میں سے کسی کی کارستانی ہے۔

معلوم ہوا کہ آثار نبویہ کی شبیہات کے جواز پر بیان کی گئی روایت ایک من گھڑت روایت ہے، نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب نعلین کی تصویر بنا کر اور اس کے جھوٹے فوائد بیان کرنا دین میں دخل اندازی ہے۔

قبر رسول ﷺ کی شبیہ:

نبی کریم ﷺ کی قبر یا حجرۂ عائشہ کی شبیہ بنا کر اس کی تکریم و تعظیم کرنا قبیح بدعت ہے، اس کا موجد کون تھا؟ کچھ معلوم نہیں، کسی ثقہ مسلمان سے ایسا کرنا قطعاً ثابت نہیں۔

❀ جناب احمد رضا خان صاحب نے لیکن لکھا ہے:

”رہا نقشہ روضۂ مبارکہ، اس کے جواز میں اصلاً مجال سخن و جائے دم زدن نہیں، جس طرح ان تصویروں کی حرمت یقینی ہے، یوں ہی اس کا جواز اجماعی ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ: ۲۱/۴۳۹)

یہ کسی اہل سنت مسلمان سے بھی ثابت نہیں، چہ جائیکہ اس پر اجماع ہو۔

قبر نبوی سے تبرک اور سلف صالحین:

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک تبرکات میں سے نہیں ہے، مبارک ضرور ہے، کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ مدفون ہیں، متبرک اس لیے نہیں کہ صحابہ کرام اور خیر القرون میں کوئی اس کا قائل نہیں۔

بعض لوگ بلا دلیل قبر مبارک سے تبرک کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

❁ علامہ سبکی (م:۷۵۶ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ مَعْلُوْمًا مِّنَ الدِّيْنِ وَسِيَرِ السَّلَفِ الصَّالِحِيْنَ التَّبَرُّكُ بِبَعْضِ الْمَوْتٰى مِنَ الصَّالِحِيْنَ، فَكَيْفَ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَمَنِ ادَّعٰى أَنَّ قُبُوْرَ الْأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ مِّنْ أَمْوَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ سَوَاءٌ؛ فَقَدْ أَتٰى أَمْرًا عَظِيْمًا نَّقْطَعُ بِبُطْلَانِهٖ وخَطَئِهٖ فِيهِ، وَفِيهِ حَطٌّ لِّمَرْتَبَةِ النَّبِيِّ إِلٰى دَرَجَةِ مَنْ سِوَاهُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَذٰلِكَ كُفْرٌ بِيَقِيْنٍ، فَإِنَّ مَنْ حَطَّ رُتْبَةَ النَّبِيِّ عَمَّا يَجِبُ لَهٗ؛ فَقَدْ كَفَرَ، فَإِنْ قَالَ : إِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِحَطٍّ، وَّلٰكِنَّهٗ مَنْعٌ مِّنَ التَّعْظِيمِ خَوْفاً كَمَا يَجِبُ لَهٗ، قُلْتُ : هٰذَا جَهْلٌ وَّسُوْءُ أَدَبٍ .

”دین اور سلف صالحین کی سیرت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض نیک فوت شدگان سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے، تو انبیا اور رسولوں سے کیوں جائز نہیں؟ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ انبیائے کرام کی قبریں اور عام مسلمانوں کی قبریں برابر مقام رکھتی ہیں، اس کے دعوے کے غلط اور باطل ہونے پر ہمیں یقین ہے۔ جس نے نبی ﷺ کے مقام کو عام مسلمان کے برابر سمجھا، تو یقیناً یہ کفر ہے اور جس نے نبی ﷺ کا مقام و مرتبہ کم کیا، یقیناً اس نے بھی کفر کیا۔ اگر وہ کہے کہ یہ آپ ﷺ کے مقام کو گھٹانا نہیں ہے، بلکہ تعظیم میں مبالغہ سے روکنے کے لیے ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ جہالت اور بے ادبی ہے۔“

(شفاء السّقام في زيارة خير الأنام، ص ۳۱۲)

دین اسلام یا خیر القرون کے سلف صالحین میں کسی سے قبروں سے تبرک حاصل کرنا

ثابت نہیں۔ رہا انبیا و مرسلین کی قبروں سے تبرک حاصل کرنا، تو یہ بھی دین میں نئی بات ہے۔صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین اعلام سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔ وہ دین ہی کیا، جو خیر القرون میں موجود نہیں تھا۔

نبی کریم ﷺ اور عام مسلمان آدمی کی قبر کو کوئی مسلمان برابر نہیں سمجھتا۔ یہ محض بد گمانی ہے۔ بھلا کوئی سچا مسلمان کیسے سمجھ سکتا ہے کہ ایک قبر مبارک میں پیغمبر کا جسد اقدس ہو، دوسری میں عام اُمتی کا، تو دونوں قبریں برابر مقام رکھتی ہوں؟ ہاں! عدم تبرک میں قبر رسول اور قبر اُمتی کا مسئلہ ایک جیسا ہے، قبر رسول مبارک ہے، متبرک نہیں۔ اس میں نبی کریم ﷺ کی شان میں نقص کا کوئی پہلو نہیں، تعظیم وہی ہے، جسے قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہو اور خیر القرون میں جسے اپنایا گیا ہو، اس بات میں جہالت یا سوء ادب کا شائبہ تک نہیں۔

قبر نبوی سے عدمِ تبرک کے قائلین کو جہالت یا سوء ادب کا طعنہ دینا، دراصل سلف صالحین کو مطعون کرنے کی کوشش ہے۔سلف صالحین میں سے کسی ایک ایسے شخص کا نام بتایا جائے، جو قبر نبوی سے تبرک کا قائل وفاعل ہو۔ اگر ایسا ممکن نہیں، تو انصاف سے بتایا جائے کہ قبروں سے تبرک کا نظریہ سلف صالحین کے اجماعی عقیدہ کی مخالفت نہیں؟

نقش نعلین سے تبرک:

نقش نعلین سے تبرک بھی بدعت ہے، کیونکہ نقش نعلین بذات خود منکر اور بدعت ہے، جیسا کہ آپ نے معلوم کرلیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے نعلین سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھے۔

❁ عیسیٰ بن طہمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسٌ نَّعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ، لَهُمَا قِبَالَانِ، فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بَعْدُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بغیر بالوں کے چمڑے والے دو جوتے لائے، جن کے دو تسمے تھے۔ اس کے بعد مجھے ثابت بنانی رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ وہ نعلین کریمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔'' (صحيح البخاري : ٣١٠٧)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بعد یہ مبارک جوتے کس کے پاس تھے، اس کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ لہٰذا آج کل جو لوگ نعلین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ نسبت غلط ہے۔ جب یہ نسبت ثابت نہیں، تو نقش نعلین بنا کر اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جوتوں کا نقش قرار دینا یقیناً جرم عظیم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آثار نبویہ سے جیسے صحابہ کرام نے تبرک حاصل کیا، ویسے ہی تبرک حاصل کرنا جائز ہو گا۔ بعض لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نعلین کا فرضی ومصنوعی نقشہ بنا رکھا ہے، اس کے جھوٹے فوائد بتائے جاتے ہیں، جھوٹے تجربات بیان کیے جاتے ہیں، مثلاً: جس لشکر میں یہ نقشہ ہو گا، وہ فتح یاب ہو گا، جس قافلے میں ہو گا، بہ حفاظت اپنی منزل پر پہنچے گا، جس کشتی میں ہو گا، وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی، جس گھر میں ہو گا؛ وہ جلنے سے محفوظ رہے گا، جس مال ومتاع میں ہو گا، وہ چوری سے محفوظ رہے گا اور کسی بھی حاجت کے لیے صاحب نعلین سے توسل کیا جائے، تو وہ پوری ہو کر رہے گی اور اس توسل سے تنگی فراخی میں تبدیل ہو جائے گی۔

نقش نعلین کے فوائد و برکات میں یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کو حصول برکت کی نیت سے اپنے پاس محفوظ رکھے گا، تو اس کی برکت سے وہ شخص ظالم کے ظلم،

دشمنوں کے غلبہ، شیاطین کے شر اور حاسدین کی نظر بد سے محفوظ رہے گا، اسی طرح اگر کوئی حاملہ عورت درد زہ میں اس کو اپنے دائیں پہلو میں رکھ لے، تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت ومشیئت سے اس خاتون پر آسانی فرمائے گا۔ اس نقش نعلین کی برکتوں میں سے یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ نظر بد اور جادو ٹونے سے آدمی امان میں رہتا ہے، نیز حادثات سے بچاؤ کے لیے بھی اسے اکسیر بتایا جاتا ہے۔

یہ سب خود ساختہ باتیں ہیں۔ نقش نعلین سے تبرک حاصل کرنے میں ان کا سلف کون ہے؟ ایک مصنوعی نقشہ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی مبارک جوتیوں کا نقش ہے اور پھر اس کے فوائد و برکات بیان کرنا کون سا دین ہے؟

منسوب تبرکات کی زیارت:

نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب تبرکات کی زیارت ہوتی ہے، باقاعدہ مخصوص مہینے، مخصوص تاریخ اور مخصوص موقع کے اعلانات ہوتے ہیں، اشتہار چھپتے ہیں۔ وہاں کیا کچھ ہوتا ہے، کسی پر مخفی نہیں۔ ان تبرکات کو مس کیا جاتا ہے، انہیں بوسہ دیا جاتا ہے، جسموں پر ملا جاتا ہے، ان کی زیارت باعث خیر و برکت اور کارِثواب سمجھی جاتی ہے۔

اخلاقی حوالے سے بھی کئی قباحتیں اور خرابیاں پائی جاتی ہیں، مرد وزن کا اختلاط، بے حیائی اور بے پردگی عروج، نوخیز لڑکوں اور لڑکیوں کا اکٹھ، تصاویر، عورتوں کا بن ٹھن کر گھروں سے نکلنا، اسی کی قباحتوں میں سے ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں:

”جب یہ تمام اور ظاہر ہو چکے، تو مسائل کو سمجھنا چاہیے کہ جو لوگ مذکورہ سوال

کے موافق موئے مبارک کی زیارت کراتے ہیں، وہ بدعات ومخترعات کے پابند ہیں، روایت مذکورہ بالا کے موافق جب حضرت ام سلمہ سے موئے مبارک کا پانی مریض کے لیے مانگا گیا، تو انہوں نے نہ ڈول تاشہ بجوایا، نہ قرآن خوانی کرائی، نہ مجلس مرتب کی، نہ وقت مقرر کیا، نہ تاریخ معین کی، غرض کسی قسم کے تعینات خاصہ سے اس کو مفید نہیں کیا، بلکہ اس کی برکت کو ہر وقت میں قابل استفادہ خیال کیا، بخلاف اس صورت کے جس کو سائل نے بیان کیا ہے، جس میں تعین ماہ و یوم و تاریخ کو امر ضروری اور ازدیاد ثواب میں مؤثر خیال کیا ہے، جس کی سنت نبویہ میں کوئی اصل نہیں ہے اور تداعی اور انعقاد محافل خاصہ کو ضروری خیال کیا ہے، اس میں نوبت ونقارہ اور جملہ مزامیر مہیا کیے جاتے ہیں، جو سراسر شیاطین کے افعال ہیں، مالیدہ موئے مبارک بھی بطور نذر لغیر اللہ کیا جاتا ہے اور تبرک کی طرح بانٹا جاتا ہے، حالانکہ اس سے انتفاع حرام قطعی ہے، غزلیں گاتے ہیں، حالانکہ ایسے راگ بالاتفاق حرام ہیں، پس برکت حاصل کرنا جو زائد سے زائد مستحب ثابت ہوگا، ایسے محرمات شرعیہ کے ارتکاب کا باعث ہوا جن سے اجتناب واجب ہے اور ظاہر ہے جس امر مستحب کے ارتکاب سے ترک واجب لازم آئے، اس کا ترک کرنا واجب ہے، پس اس صورت میں ہرگز شریعت اس بات کی اجازت نہ دے گی کہ ایسی بدعات کے ساتھ اس امر مستحب کا ارتکاب صحیح ہو اور اس کا نفس استحباب بھی اس صورت میں مسلّم ہے، جب ثابت ہوجائے کہ واقعی یہ موئے مبارک حضور ہی کا ہے اور اگر یہ امر پایہ ثبوت کو نہ پہنچے تو ایسے جلسے میں بقصد تبرک حاضر ہونا بھی جائز نہیں اور موئے مبارک پر نذر ماننا اور چڑھاوا چڑھانا حرام ہے، کیونکہ نذر عبادت ہے اور غیر خدا

کی عبادت حرام ہے۔‘‘ (مجموع الفتاویٰ از لکھنوی: ۳/ ۱۷۷۔۱۷۸)

سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے خبر دی:

شَهِدْتُ آمِنَةَ لَمَّا وَلَدَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا ضَرَبَهَا الْمَخَاضُ نَظَرْتُ إِلَى النُّجُومِ تَدَلّٰى، حَتّٰى إِنِّي أَقُولُ لَتَقَعَنَّ عَلَيَّ، فَلَمَّا وَلَدَتْ، خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَ لَهُ الْبَيْتُ الَّذِي نَحْنُ فِيهِ وَالدَّارُ، فَمَا شَيْءٌ أَنْظُرُ إِلَيْهِ، إِلَّا نُورٌ.

’’جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، تو میں آمنہ کے پاس گئی، وہ دردِ زہ میں تھیں، میں نے آسمان کے ستاروں کو زمین کی طرف جھکتے دیکھا، مجھے ڈر تھا کہ وہ مجھ پر گر نہ جائیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، تو ایک نور نکلا، جس نے سارا گھر روشن کر دیا، میں جس چیز کی طرف دیکھتی نور ہی نور دکھائی دیتا۔‘‘

(المعجم الكبير للطّبراني : ١٤٧/٢٥، تاريخ الطّبري : ١٥٧/٢، دلائل النّبوة للبيهقي : ١١١/١، دلائل النّبوة للأصبهاني : ١٣٥/١، ح : ٧٥، تاريخ ابن عساكر : ٧٩/٣)

سند سخت ضعیف ہے:

① عبدالعزیز بن عمران ’’متروک‘‘ ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجر : ٤١١٤)

② محمد بن ابی سوید ثقفی طائفی ’’مجہول الحال‘‘ ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات: ۵/۳۶۳) کے علاوہ کسی نے توثیق نہیں کی، حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ. **’’غیر معروف ہے۔‘‘** (ميزان الاعتدال : ٥٧٦/٣)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ’’مجہول‘‘ کہا ہے۔ (تقريب التّهذيب : ٧٦٥٦)

نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میں نے تین جھنڈے دیکھے، ایک مشرق میں گاڑا گیا، دوسرا مغرب اور تیسرا خانہ کعبہ کی چھت پر لہرا رہا تھا۔

(دلائل النّبوة لأبي نعيم الأصبهاني : ٦١٠/١ـ٦١٣، ح : ٥٥٥)

سند سخت ضعیف ہے۔

① ابوبکر بن ابی مریم جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

② یحییٰ بن عبداللہ بابلتی ضعیف ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجر : ٧٥٨٥)

③ حفص بن عمرو بن صباح "حسن الحدیث" ہیں، کتاب میں غلطی سے عمرو بن محمد بن صباح لکھا گیا ہے۔

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی مدح وتعریف میں چند اشعار کہے:

أَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ ...وَضَاءَ تْ بِنُورِكَ الْأُفُقُ

فَنَحْنُ فِي ذٰلِكَ الضِّيَاءِ ...وَفِي النُّورِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

"جب آپ پیدا ہوئے، تو زمین روشن ہونے لگی اور آپ کے نور سے آفاق چمک اٹھے۔ ہم اس روشنی اور نور کی گود میں ہیں اور ہدایت کے راستے واضح ہو چکے ہیں۔"

(الغيلانيات لأبي بكر الشّافعي : ٢٨٥، المعجم الكبير للطّبراني : ٢١٣/٤، ح : ٤١٦٧، المستدرك للحاكم : ٣٢٧/٣، ح : ٥٤١٧، دلائل النّبوة للبيهقي : ٢٦٨/٥، دلائل النّبوة لأبي نعيم : ٢٥٢٠، دلائل النّبوة لابن منده : ٥٢٢/١، تاريخ ابن عساكر : ٤٠٩/٣)

سند ضعیف ہے۔

① زحر بن حصن طائی "مجہول الحال" ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات :

۳/ ٦١٩) کے علاوہ کسی نے توثیق نہیں کی، حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ . ''غیر معروف ہے۔''(ميزان الاعتدال : ٦٩/٢)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔(مجمع الزّوائد : ٢٦٥/٩)

نیز لکھتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَفِيهِ مَنْ لَّمْ أَعْرِفْهُمْ .

''اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اس کے بعض راویوں کو میں نہیں پہچانتا۔''(مجمع الزّوائد : ٢١٨/٨)

ابو حسن محمد بن احمد بن براء بیان کرتے ہیں: جب ایک یہودی کو خبر دی گئی کہ رات عبدالمطلب کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے، تو اس نے کہا:

ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ ، هٰذَا الَّذِي سَرَّ أَحْبَارَهُمْ ، أَفَرِحْتُمْ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ؟ وَاللّٰهِ لَيَسْطُوَنَّ بِكُمْ سَطْوَةً يَّخْرُجُ نَبَأُهَا مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ .

''بنی اسرائیل سے نبوت چلی گئی، یہی وہ چیز تھی، جس پر ان کے احبار کو خوشی تھی، قریش والو! کیا آپ بھی اس سے خوش ہوئے؟ اللہ کی قسم! آپ کے ہاں ایک ایسا سورج طلوع ہوا ہے، جس کی روشنی مشرق و مغرب میں پھیلے گی۔''

(الوفاء بأحوال المصطفى لابن الجوزي : ١٦١/١، المنتظم لابن الجوزي : ٢٤٨/٢)

مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ طبقات ابن سعد (۱/۱۰۱۔۱۰۲) والی سند من گھڑت ہے۔ اس کا مدار واقدی ''کذاب'' پر ہے۔

سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ابولہب کی وفات کے ایک

سال بعد اسے خواب میں دیکھا، وہ بری حالت میں تھا، کہنے لگا کہ کوئی راحت نہیں، البتہ ہر سوموار کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

ذٰلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَكَانَتْ ثُوَيْبَةُ قَدْ بَشَّرَتْهُ بِمَوْلِدِهٖ، فَقَالَتْ لَهٗ : أَشَعَرْتَ أَنَّ آمِنَةَ وَلَدَتْ غُلَامًا لِّأَخِيكَ عَبْدِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ لَهَا : اذْهَبِي، فَأَنْتَ حَرَّةٌ.

''عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سوموار کو ہوئی، تو ثویبہ نے ابولہب سے کہا، کیا تو جانتا ہے کہ آمنہ نے تیرے بھائی عبداللہ کا بیٹا جنم دیا ہے، تو ابولہب نے ثویبہ سے کہا: جا آج کے بعد تو آزاد ہے۔''

(الرّوض الأنف للسّهيلي : ١٩٢/٥)

یہ بے سروپا روایت ہے، سند دین ہے، بے سند روایتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔